بسم اللہ الرحمن الرحیم
والعصر
ان الانسان
لفی خسر

صفر ۱۴۲۳ھ
اپریل ۲۰۰۲

پشاور
پاکستان

العصر

ماہنامہ

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ
نوتھیہ روڈ پشاور

جنت میں گھر بنانے کا سنہری مو

گھر انسان کی بنیادی ضرورت ہے خود اور اپنی اولاد کے آرام و سکون کے
ہر ایک گھر بنانے کی کوشش میں رہتا ہے زندگی بھر ایک گھر کی تعمیر ان
واحد آرزو اور تمنا ہوتی ہے لیکن کیا ہم نے کہیں یہ سوچا کہ دنیا کی
زندگی کی نسبت سے ہمیں قیامت کی ابدی زندگی میں بہتر سے گھر بنا
ضرورت ہے یہاں تو پھر بھی ذاتی مکان نہ ہونے کی صورت میں کرا
مکان میں زندگی کی صبح و شام تمام ہو سکتی ہے لیکن قیامت میں کرایہ دا
نظام نہیں پایا جاتا

آئیے بغیر سوچے فیصلہ کیجئے

کہ ہمیں جنت میں گھر بنانا ضروری ہے اس لئے آپ کرہ ارض پر
کر یا کسی دینی درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لیکر زو پوری کر سکتے ہیں۔
سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ نے بنات اسلام کے (مدرسہ سیدہ فاطمہ)
عظیم منصوبہ پر کام شروع کر کے دو مراحل جامعہ کے ساتھ سات
مرلہ کا پلاٹ تقریباً دس لاکھ روپے میں خرید کر مسلمانوں کو جنت میں
بنانے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ زر زمین کا یہ ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے
کوشش کیجئے اور مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت میں دل کھول کر حصہ لیں

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ العصر پشاور

زیر سرپرستی
حضرت مولانا حکیم اظہار الرحمٰن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت
مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن
نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

صفر ۱۴۲۳ھ — اپریل ۲۰۰۲ — جلد ۸ — شمارہ ۳

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۶
جرائم اور گناہوں کے اسباب	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۴
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۵
زمین کا حیاتیاتی نظام	نعیم احسن	۳۲
میلان بہ اغیار	مولانا ابو رضوان	۳۸
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی رحلت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۴۳
اخبار الجامعہ	مولانا تحمید اللہ جان	۴۵

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۵۶۱ ۲۷۳-۰۹۱

پبلشر و دفتر: مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰ روپے / سالانہ اندرون ملک ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰ ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

صد سالہ جشن سرحد

صوبہ سرحد کے طول وعرض میں پوری سرکاری مشنری ''صد سالہ جشن سرحد'' منانے [illegible] مصروف ہے۔ ریفرنڈم کے علاوہ بلدیاتی نظام کے کارندوں کو مصروف رکھنے کے لئے [illegible] کامیاب حربہ ہے۔ ہر چوک، پل، اور نمایاں جگہ پر بڑے اشتہارات، قمقمے بورڈ نصب کیے ہیں۔ جن پر کہیں ناظم اور کہیں نائب ناظم اور کہیں کونسلر کے نام اشتہار ہوتا ہے۔ بڑے [illegible] پارکوں میں میلے منعقد کیے جارہے ہیں، جن کے بارے شنید ہے کہ اخلاق سوز اور فحش گانے [illegible] برہنہ رقاصوں کے رقص سے نوجوان نسل کے جذبات سے کھیلا جا رہا ہے اور اخلاق باختہ [illegible] وسعت ظرفی دیکھئے کہ جگہ جگہ جوئے کھیلنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ جس پر آئے دن اخبار[illegible] میں احتجاج کیا جارہا ہے کہ جوئے میں وہ لوگ بھی حصہ دار ہیں۔ جو ارباب اقتدار ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی قوم کا ثقافتی ورثہ یا اس کے تاریخی کارناموں کو یاد رکھنا کوئی بر[illegible] نہیں۔ اسلاف کے شجاعت آمیز واقعات سے نئی نسل کو آگاہ کرنا مشکل ہے۔ نونہالان قوم [illegible] اپنے اسلاف کے کارناموں سے نابلد ہوں تو ان کیلئے اپنی تہذیب وثقافت کو باقی رکھنا [illegible] ہوجاتا ہے۔ یوں ناواقفیت میں دوسری اقوام سے میل جول رکھ کر اپنی ثقافت کھو بیٹھتے ہیں۔ [illegible] لئے اہلیان سرحد کیلئے اپنے قومی کارناموں کو یاد رکھنے کیلئے جشن منانا کوئی بری بات نہیں لیکن [illegible] کر جب اس میں دینی اقدار کی پامالی نہ ہو اور نہ کسی بے حیائی کی ترویج کا ذریعہ ہو، لیکن [illegible] وثقافت کے نام سے قوم میں بے حیائی اور مادر پدر آزاد معاشرت کی حوصلہ افزائی بد[illegible] اسلامی معاشرت سے نفرت کی واضح مثال ہے۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ ہمیں ایسے حکمرانوں سے واسطہ پڑا ہے جو خود نام نہاد روشن خیال سوسائٹی کے آڑ میں اخلاق اور حیا سے عاری سوسائٹی کے قیام کے داعی ہیں۔ پردہ اور حیاء اس دور میں رکاوٹ سمجھے جارہے ہیں۔ خواتین کی آزادی کے تلخ تجربہ سے یورپ گزر کر ڈنکے کی چوٹ اس کی ناکامی کا اعلان کر چکا ہے۔ خاندانی نظام کے قیام اور گھریلو ماحول پیدا کرنے کیلئے دوبارہ کوششیں کی جارہی ہیں۔ لیکن وہ تلخ تجربہ اب بھی ہمارے لیے ترقی کا زینہ ہے۔ چنانچہ غیر محرم مردوں سے بے جا میل جول پر ہمیں ترغیب دی جارہی ہیں۔ ریفرنڈم کے جلسوں میں پہلی سیٹوں پر عورتوں کو بیٹھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کھیلوں کے مقابلہ میں عورتوں کی شرکت کو یقینی بنایا گیا۔ اور بلدیاتی نظام کو ۳۳ فیصد عورتوں کے بغیر نامکمل سمجھا جاتا ہے چنانچہ ہر کونسل میں عورتوں اور مردوں کا میل جول حکومت کے قابل فخر کارناموں کا ایک حصہ ہے ایسی حالت میں جب کوئی صوبہ یا ضلع کوئی جشن منائے یا کوئی سرکاری پروگرام منعقد ہو، تو آقا، صدر صاحب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اخلاق باختہ پروگراموں کا انعقاد بھی ضروری امر ہے۔ مزید برآں امریکہ کی خوشنودی بھی آج کل کے حکمرانوں کے اہداف کا لازمی جز ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو خوش رکھنے کیلئے برقعہ پوش عورتوں کو صرف پچھلی نشستوں میں بٹھانے سے کبھی بھی مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔

اس لئے ''جشن سرحد'' کے موقعہ پر قرآن خوانی یا کسی نعت گوئی کی توقع رکھنا بے سود ہے۔ امریکہ کے وفاداروں سے دینی اقدار کے غلبہ کی امید رکھنا خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں لیکن کم از کم صوبہ سرحد کی تہذیب وثقافت کو مسخ نہ کیا جائے۔ حیا سوز رقص، جوئے بازی، نیم برہنہ گانے اس صوبہ کی ثقافت کا حصہ نہیں۔ مادر پدر آزاد معاشرہ کی ترویج کی کوشش اس صوبہ کی قومی روایات اور غیرت سے غداری کے مترادف ہے۔ قومی غیرت کی نیلامی اس صوبہ کو زیب نہیں دیتی۔ یہ صوبہ ہمیشہ کیلئے غیرت وحمیت اسلامی کا علمبردار رہا ہے۔ سو سال نہیں بلکہ ہزار سال پیچھے جائیں

Scanned with CamScanner

آپ کو پختون قوم کے رگ وریشہ میں ایمانی غیرت نظر آئیگی ۔ بے غیرتی سے ہر
کو نفرت رہی ہے۔ قوم وملک اور ناموس کے تحفظ کیلئے پختون قوم نے کسی قربانی سے
کی ، ہمیشہ جان کا نذرانہ پیش کر کے قومی غیرت کو تحفظ دیا ہے۔ دور نہ جایئے "طالبان"
امریکہ کی وکالت میں سوائے ایمانی غیرت کے آخر کاران کیلئے کون سی چیز رکاوٹ رہی
اگر "طالبان" امریکی مفادات کو تحفظ دیتے تو تمیں سالہ پرانے نظام کو دوبارہ قائم
ضرورت کیوں پیش آتی جس میں امریکہ کے اربوں ڈالر ضائع ہوئے۔ افرادی قوت
ہاتھ دھونا پڑا اور دنیا میں شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن یہ "طالبان" پختون قوم
تھے جنہوں نے اسلاف کی پگڑی کو پائے مال نہیں ہونے دیا۔ پچاس ہزار افراد کی قربانی
لاکھوں بموں کے مسلسل حملے برداشت کیئے اور مستحکم حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے لیکن اپنی
کا سودا نہیں کیا اور ضمیر کی نیلامی نہیں کی ، یہی ثقافت اور شجاعت آمیز داستانیں صوبہ
غیور قوم کی ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کو جب تحریک آزادی کو منظم
ضرورت پڑی تو ہندوستانی ہونے کے باوجود ان کو غیرت وحمیت کی تخم ریزی کیلئے صوبہ
زرخیز زمین کے سوا پوری دنیا پر کوئی جگہ موزوں نظر نہیں آئی - چنانچہ وہ ہندوستان سے نکل
سے اسلامی خلافت کے قیام کا اعلان کرتے ہیں۔

ایسا ہی تحریک "ریشمی رومال" اگر دنیا کو غیرت اور حریت کا سبق دیتی ہے۔ تو
بھی علماء دیو بند صوبہ سرحد کے سپوت حاجی ترنگ زئی کا انتخاب کرتے ہیں۔

ایسا ہی تدین اور دینی اقدار سے گہری وابستگی پٹھان قوم کی ثقافت ہے۔ یہ وا
جو کسی جبر وتشدد اور طاقت کے سامنے سرنڈر نہ ہوئی۔ اور نہ اس نے کسی باطل کے سامنے
تسلیم کی چنانچہ فلاسفہ اسلامی دنیا کے سامنے پٹھان قوم کے ایمان کو اسلام کے معجزہ کے طور
کرتے ہیں کہ وہ قوم جو کسی طاقت کے سامنے نہ جھکی لیکن پھر بھی سو فیصد مسلمان ہونا

ہونے کی واضح دلیل ہے۔ صوبہ سرحد پر طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ حالات
بدلنے کے باوجود اس صوبہ نے اپنی روش نہیں بدلی - آج بھی دینی جماعتوں کی آماجگاہ صوبہ
سرحد ہے۔ عموماً انتخابات میں بلوچستان اور صوبہ سرحد سے دینی نمائندے منتخب ہوئے ہیں
گرچہ نام نہاد قوم پرست اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے عموماً علماء کیخلاف بولتے رہتے ہیں۔ لیکن
عوام میں ان کو خاص پذیرائی نہیں ملی گویا یہ پٹھان قوم کی جبلت کا اثر ہے۔ کہ علماء کے خلاف ان
بے بنیاد پروپیگنڈوں پر کان نہیں دھرتے۔

پہلے تو ایک ایسی قوم جشن منانے کا کیا حق رکھتی ہے۔ جس کا ہر پیدا ہونے والا بچہ آئی ایم
ایف اور ورلڈ بنک کا مقروض ہو۔ وہ قوم کس منہ سے جشن مناتی ہے۔ جس نے ایک ارب موعود
ڈالر کیلئے ضمیر کا سودا کیا۔ پھر بھی اگر جشن منانا ہو تو خدارا سرحد کی فطری حیاء سے بے حیائی نہ کریں
حقائق مسخ کر کے پیش نہ کریں ۔ سرحد کے عوام کی فطرت کی ترجمانی کریں اور اصل مزاج
سے تعارف کرائیں۔ آج قافلہ ولی اللہ کے شہداء حاجی ترنگ زئیؒ اور دوسرے مجاہدین کے ناموں
پر سیمینار منعقد کر کے جذبہ جہاد زندہ کر کے سرحد کی روشن اور حقیقی تاریخ کو زندہ کریں ورنہ اس
کے بغیر سرحد کی تاریخ نامکمل ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

[illegible]
۱۱/ ۳/ ۱۴۲۳ھ

محاسن القرآن

مفتی غلام الرح...

يايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكفرين عذا...
ما يود الذين كفروا من اهل الكتاب ولا المشركين ان ينزل عليكم من خير من
ربكم والله يختص برحمته من يشاء والله ذو الفضل العظيم O ما ننسخ من
اية او ننسها نات بخير منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل شي قدير
تعلم ان الله له ملك السموت والارض وما لكم من دون الله من
ولا نصيرO

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! (پیغمبر کی محفل میں) ''راعنا'' مت کہو (اس کی جگہ) ''انظرنا'' کہا کرو۔ اور توجہ سے سنتے رہو دردناک عذاب کے مستحق تو یہی کافر ہیں۔ نہ ماننے والے اہل کتاب ہوں یا مشرکین کسی کو یہ گوارہ نہیں کہ تم پر تمہارا رب مہربانی کرے (حالانکہ) اللہ اپنی مہربانی سے جس کو چاہے نوازتا ہے اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔ ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے اور نہ بھلادیتے ہیں جب تک اس سے بہتر یا برابر نہ لائیں کیا تم اس سے بے خبر ہو اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت والے ہیں کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ کہ اللہ تعالی ہی کے لئے وآسمانوں کی فرمانروائی ہے اور اس کے علاوہ تمھاری کوئی خبر گیری کرنے والا اور نہ حمایتی ہے۔

محاسن:

یہود کی دین دشمنی اور بے جاہ شبہات کے ازالہ کے بعد ان کی اخلاقی اور معاشرتی کمینگی سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جارہا ہے تاکہ مسلمان معاشرہ کی عیاری اور چالبازی سے محفوظ رہے۔ صحابہ کرامؓ جب دربار نبوی میں ہوتے اور کسی بات کو سمجھنے سے قاصر رہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلانے کیلئے ''راعنا'' کہدیتے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہماری رعایت فرمادیجئے لیکن

...یہ لفظ بولا کرتے وہ جب حاضر ہوتے تو اس لفظ کے تلفظ میں ادنیٰ تغیر کرکے ''راعینا'' یا ''الرعونۃ'' کا معنی لیتے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توہین ...گوارہ نہ رہی اس لیے مسلمانوں کو اس لفظ سے منع کرکے متبادل کلمہ تجویز ...تاکہ یہ اپنی حرکت میں کامیاب نہ ہوں۔ چنانچہ فرمایا اے مسلمانوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ... ''راعنا'' کا لفظ مت کہو اس کی جگہ ''انظرنا'' کہا کرو اور جب دربار نبوی میں بیٹھے ...ہو تو ان کی باتیں غور سے سنا کرو تاکہ کوئی بات چھوٹ نہ جائے۔ اور یقین رکھو جو کوئی ایسا بے ...ادبی کرے گا کفر کا مرتکب ہوگا جہنم کے دردناک عذاب کے سوا اور اس کا کیا ٹھکانا ہے۔ ...ایسے لوگ ہی اس دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

...قرآن نے ان کی دین دشمنی اور باطنی خباثت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ...بھی ہوں خواہ کسی سماوی دین کا دعوی لیکر اہل کتاب ہوں یا ساختہ ...کا سہارا لینے والے مشرکین ہوں کسی کو یہ گوارا نہیں کہ تم پر اللہ تعالی کی مہربانی ہو تمھاری ...روئے ارض پر اسلام کا جھنڈا بلند ہو لیکن اللہ تعالی کی مہربانی اور احسان ان کی چاہت کے ...وہ اپنی مہربانی کے مستحق کو بہتر جانتا ہے جس کو چاہے اپنی مہربانی سے منتخب کرکے ...جنت کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے وہی بڑے فضل والا ہے۔

...جب کسی حکم کی تبدیلی کا مرحلہ آتا تو یہود پروپیگنڈے شروع کرتے یہ ...پیغمبر ہے ایک دن امت سے ایک بات کہتے ہیں دوسرے دن دوسری بات کا حکم دیتے ہیں ...ان کے خود ساختہ دین ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالی نے فرمایا احکام کی تبدیلی یا ردوبدل ...کوئی معاملہ نہیں یہ ہمارے حکم سے ہے ہم اس وقت تک کوئی حکم تبدیل نہیں کرتے اور نہ اس ...ردوبدل کرتے ہیں جب تک بتقاضائے مصلحت اس کے برابر اس سے بہتر حکم نہ لائیں ...''راعنا'' کے لفظ سے دشمنان اسلام غلط فائدہ اٹھاتے تھے ہم نے اس کی جگہ ایسی اصطلاح متعین

کی جسکا معنی واضح ہے اورکوئی اس کو مذموم مساعی کی تکمیل کے لئے بروئے
لاسکتا۔اورفرمایایہی ہماری قدرت کے مظاہر ہیں کہ ہم باطل کی راہ ہرطرف سے بند کر
ہم ہرچیز پرقادر ہیں صرف یہ نہیں بلکہ زمین وآسمان کی فرمانروائی اللہ تعالی کے لئے
مخلوق کی ہرحرکت وسکون پرنظر رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالی کے سواکوئی ان کی خبرگیری
والانہیں اورنہ آپ کے سواان کا کوئی حامی وناصر ہے۔ان آیات پرغورکرنے سے چند
کاحکم واضح طور پرمعلوم ہوتا ہے۔

مشتبہ الفاظ سے بچنے کی تاکید :۔

''راعنا'' کے لفظ میں فی نفسہ کوئی خرابی نہیں تھی اورنہ سامعین ان سے کوئی
محسوس کرتے لیکن ان کے باہمی استعمال سے دشمنان اسلام اس سے غلط فائدہ لیتے تھے ا
اللہ تعالی نے مسلمانوں کواس سے منع کرکے غیر مبہم اورواضح لفظ''انظرنا'' متعین فرمایا
معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں ایسے الفاظ کے ا
سے احتراز کرنا چاہیئے جن سے بے ادبی کا احتمال ہوادب کا معاملہ بہت باریک اورنازک
کہیں ادنی بے ادبی پرانسان کھوبیٹھتا ہے۔بعض فقہاء اس سے ''سدالذرائع'' کے قاعدہ
کرتے ہیں کہ شریعت میں اگرایک عمل بذات خود جائز بھی ہولیکن کسی برائی اوربے دینی
بنتاہوتو جواز کے باوجوداسی کام سے احتراز کرنا ہوگاچنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
جب بیت اللہ کے بارے میں یہ محسوس کیا کہ مشرکین نے اس میں تین کوتاہیوں کاارتکاب
حضرت ابراہیم کے بنائے ہوئے گھر کے دو دروازے تھے ان لوگوں نے اپنی اجارہ داری
بخشنے کے لئے ایک دروازہ پراکتفا کیاپہلے بیت اللہ سطح زمین سے ملا ہوا تھاان لوگو
اوپر بنوایااورایسا ہی ''حطیم'' کے حصہ بیت اللہ سے الگ کیا چاہیئے تھا کہ آپ بیت اللہ کوگرا
سرے سے قدیم بنیادوں پر بناتے لیکن آپ نے اس اہم منصوبہ کومحض اس وجہ سے موخر

دشمنان اسلام اس سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں کہ اللہ تعالی کا پیغمبراللہ تعالی کا گھر گرارہے ہیں۔دین کے علمبرداروں کامقام بہت حساس ہے علماء اورمشائخ کو نزاکت کا احساس ضروری ہے بعض اوقات انسان فرط عقیدت یامحبت کی وجہ سے ایک جائز کام کودوام بخشتا ہے عقیدت مند استاد اورشیخ کی تابعداری کی وجہ سے وہ عمل اپنی زندگی کالازم جزءقرار دیتا ہے جس سے بدعات کوترویج ملتی ہے اس لئے مباح کے ساتھ واجبات کا معاملہ نہیں ہونا چاہیئے۔ایسا ہی علماء جذبات کے خول سے نکل کردین کے معاملہ میں دوراندیشی کا نظریہ اپنائیں تاکہ وقتی مصلحت سے نقصان اٹھانا نہ پڑے۔

دین دشمنی کفار کامتفقہ مشن ھے :

دوسرامسئلہ ان آیات سے یہ بھی واضح ہے کہ کفار جوبھی ہوں۔خواہ دین سماوی کاسہارالے کراہل کتاب ہوں یاخودساختہ عقائد کے پیروکارمشرکین ہوں یاکرۂ ارض کے تمام کفار ہوں،اس پرمتفق ہیں کہ مسلمانوں پرترقی کے دروازے نہ کھلیں کسی کافرکو یہ گوارہ نہیں کہ مسلمان ترقی کرے بلکہ تمام کفارمسلمانوں کودبانااپنا فریضہ منصبی سمجھتے ہیں آج دنیاپرنظرڈالنے سے یہ نتیجہ کسی پرمخفی نہیں کہ کفارمسلمانوں سے کیاکھیل کھیل رہے ہیں کہیں افغانستان کے نہتے مسلمانوں کودہشت گردی کے حوالہ سے محض ایمان کی سزادی جارہی ہے اورکفر کی پوری دنیامتحد ہوکرمسلمانوپرحملہ آورہے کہیں عراق کومٹانے کے لئے اتحادی فوج معرض وجود میں آتی ہے کہیں فلسطین میں خون کی ندیاں بہانے کیلئے امریکہ کی سرپرستی میں اسرائیل سے تعاون کیاجارہا ہے اورکہیں پاکستان کواورکہیں ایران کوسبق سکھانے کیلئے کفار پرتول رہے ہیں۔یہ آیت ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے جوامریکہ کی رفاقت ترقی کیلئے زینہ قراردے رہے ہیں اورکہیں دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کیلئے ترقی کا ڈھنڈورہ پیٹ کرامریکی عزائم کی تکمیل کیلئے علماء کوترقی کے دھارے پرلانے کیلئے کوشش کررہے ہیں یہ محض خوش فہمی ہے ورنہ امریکہ یادوسرے

Scanned with CamScanner

کفار کو کسی مسلمان کی ترقی گوارا نہیں آخر کار وہ اس لئے علماء کی ترقی کیسے برداشت کرینگے جن کے ضمیر کا سودا ان کیلئے ممکن نہیں اور نہ جبر و تشدد سے ان کے مضبوط قدموں کو ڈگمگا سکتے ہیں۔

احکام میں نسخ کی حقیقت :

''راعنا'' کی جگہ ''انظرنا'' کے تعین سے قرآن نے مسئلہ واضح کیا کہ احکام میں نسخ اللہ تعالی کی حکمت کا تقاضا ہے نیز یہ بھی واضح کیا کہ منسوخ کی نسبت سے ''ناسخ'' حالات اور موجودہ زمانہ سے زیادہ تطبیق رکھتا ہے اسلام چونکہ فطری دین اور مذہب ہے اس لئے رب کائنات نے کئی احکام میں تدریجی طریقہ سے انسان کی تربیت کی کچھ وقت تک ایک حکم جاری رکھا لیکن مقررہ مدت کے بعد اس میں تبدیلی کی اس کو ''نسخ'' کا نام دیا جاتا ہے متقدمین علماء کے نزدیک نسخ کی حقیقت کا دائرہ بہت وسیع تھا وہ حضرات کسی حکم کی تبدیلی کی طرح ادنی ترمیم واضافہ کو نسخ کا فرد سمجھتے تھے اس لئے ان حضرات کے نزدیک قرآن مجید میں کم وبیش پانچ آیات منسوخ قرار دی گئیں۔ لیکن متاخرین کی نزدیک قرآن مجید میں تقریباً بیس آیات منسوخ ہیں جن کا تذکرہ جلال الدین وسوطی نے ''الاتقان'' میں کیا ہے البتہ شاہ ولی اللہ دھلوی نے ان میں اکثر آیات کی توجیہہ کر کے صرف پانچ آیات منسوخ ونے کے قائل ہیں ہمارے شیخ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ان پانچ آیات کی توجہہ کر کے محکم بنانے کی کوشش کر کے کہ انکا حکم بھی قیامت تک محکم ہے اگرچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ قرآن فہمی میں ایک خاص مقام ہے اور اس لئے انکار نہیں لیکن قرآن کی تمام منسوخ آیات کی توجیہہ کر کے محکم قرار دینا قابل توجہ امر ہے ایسی صورت میں نسخ کی حقیقت صرف امکان تک محدود رہے گی خارج میں اسکا کوئی فرد نہیں رہیگا حالانکہ امت عملی میدان میں متعدد آیات منسوخ ہونے کے قائل ہے یہ مستحسن اقدام ہے کہ منسوخ آیات کا دائرہ محدود رہے لیکن نسخ کو مانتے ہوئے اسکے خارجی مصداق کا بالکل انکار مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔ پھر یہ مسئلہ اپنی

جگہ فقہی مراجع میں تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ منسوخ کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کیا کتاب اللہ کا نسخ خبر متواتر اور خبر مستور سے ممکن ہے یا نہیں؟ آیات کی طرح احادیث میں ایسی روایات بے شمار پائی جاتی ہیں جن کے لئے ناسخ روایت نے آ کر منسوخ کی جگہ لی اور ابھی منسوخ پر عمل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسی من قبل ط ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل ہ ودکثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند انفسھم من بعد ماتبین لھم الحق ط فاعفوا واصفحوا حی یأتی اللہ بامرہ ط ان اللہ علی کل شی قدیرہ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وماتقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ ط ان اللہ بماتعلمون بصیر ○ط

ترجمہ :۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے پیغمبر سے ایسے بے مقصد سوالات کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے پوچھے گئے اور جس نے ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کیا اس نے سیدھا راستہ بھول بلا دیا اھل کتاب کی ایک بڑی تعداد حق ظاہر ہونے کے باوجود محض حسد کی وجہ سے یہ خواہش رکھتی ہے کہ تم ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد کفر اختیار کر کے مرتد ہو جاؤ۔ تم اس وقت تک یہ باتیں خیال میں نہ لاؤ اور درگذر کا معاملہ کرو جب تک اللہ تعالی اپنا فیصلہ نہ کرے (اور اطمینان رکھو) کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو جو پونجھی تم اللہ تعالی کے دربار میں پیشگی بھجواؤ گے اسکا بدلا ضرور پاؤ گے اللہ تعالی تمھارے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

محاسن :۔ ''مشتبہ الفاظ'' سے اجتناب کی مناسبت سے یہ کہا جا رہا ہے کہ بے مقصد اور بے جوڑ سوالات بھی نہ پوچھے جائیں مسلمانوں کو ادب واحترام کے اصول بتائے جا رہے ہیں کہ اپنے

Scanned with CamScanner

رسول سے ایسے سوالات کرنے میں وقت ضائع مت کرو جن سوالات کا تعلق عملی زندگی [illegible]
ہوا ایسے سوالات یہود کی بری خصلتوں کا حصہ ہے جو اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ سے نہ گئے [illegible]
کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کر رہے تھے کیا تم بھی ایسے سوالات کرنے کا ارادہ [illegible]
ہوا ایسے سوالات سے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور جس نے ایمان ضائع کرکے کفر اختیار [illegible]
اس نے آخرت گنوا دیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گیا بسا اوقات یہود بھی صحابہ کرام سے [illegible]
کرتے وقت ایسے سوالات کرتے جن کے بارے میں صحابہ کرام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ [illegible]
وسلم سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی۔ نجی زندگی میں جو مسائل پیش آتے ان کے بارے [illegible]
پوچھنا ضروری تھا لیکن ان سوالات اور یہود سے کئے گئے سوالات میں نمایاں فرق ہوتا [illegible]
لئے قرآن کہہ رہا ہے کہ یہود کو حسد کی وجہ سے تمہارا ایمان برداشت نہیں ہو تو
"ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" کے مصداق تمہارے ایمان کے حق میں مخلص [illegible]
دلی خواہش ہے کہ تم بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرکے مرتد بن جاؤ۔ اس لئے ان کے
بیہودہ سوالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مت کرو اور نہ پوچھو ایسا نہ ہو کہ تمہارے ایمان کو نقصان
کا ذریعہ بنیں اگرچہ یہود کی دین دشمنی ناقابل برداشت ہے لیکن پھر بھی تم درگزر کا معاملہ [illegible]
اور یہ تمہیں خیال میں رہنا اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فیصلہ دے دے۔ چنانچہ آگے
بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اخراج کا حکم آیا۔ چونکہ اس سے قبل مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم نماز
پڑھو اور زکوٰۃ دیا کرو یعنی امور مصطفیٰ ایمانیہ کے پابند رہو تم نیکی کے جو اعمال کرو گے اللہ تعالیٰ کے
ہاں تمہیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

بے ہودہ سوالات پوچھنے کا حکم:

اس آیت میں مسلمانوں کو بے ہودہ سوالات پوچھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اگرچہ
یہودیوں کے بے تکے سوالات کے بارے میں ہے لیکن بعض لوگوں کی یہ بیماری ہوتی ہے کہ

نہیں ہوتی سوالات اٹھا کر یا تو اپنی علمی عظمت منواتے ہیں اور یا متعلقہ شخص کو لا جواب کرنے کی
کوشش کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے سوالات انجام کے اعتبار سے بے معنی ہیں ایسے سوالات
کا جواب دینا ضروری نہیں البتہ جہاں کہیں نجی زندگی کے بارے میں کسی مسئلہ کے متعلق سوال
ہو کسی شخص سے اس کا پوچھنا ضروری ہے ایسا ہی کسی مسئلہ پر تحقیق کے دوران فرضی سوالات
کر کے جواب تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ فقہاء نے فقہ کی تدوین کے موقعہ پر کئی ممکنہ
صورتوں پر سوالات بنا کر جوابات دیئے ہیں ایسا ہی غیر مسلم کے سوالات کے بارے میں
کہنا ہے اگر ان کے سوالات تعصب اور دین دشمنی پر مبنی ہوں تو پھر ان میں الجھنا وقت ضائع
کرنے کے مترادف ہے لیکن اگر حق کی تلاش میں نکل کر غیر مسلم اپنے اطمینان کے لئے کچھ
پوچھنا چاہے تو پھر اس کو دلائل کی روشنی میں مطمئن کرنا ایک مسلمان اور خاص کر عالم کا اخلاقی
فریضہ بنتا ہے یوں اسلام کی حقانیت اس کے دل میں بیٹھ کر ایمان کی دولت سے سرفراز
ہو سکے۔ جواب دینے والے کی ذمہ داری ہے وہ سائل اور مخاطب کی سمجھ مزاج اور ظرف کی
رعایت رکھے ورنہ سائل کے جواب سے خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا

(تعاون علی البر)

ماہنامہ (العصر) خالصتاً دینی دعوت پر مبنی رسالہ ہے۔ اس تبلیغی کاوش میں
تعاون علی البر کے طور پر خود کو اور دیگر احباب کو خریداری کا مستقل ممبر بنا
کر اس کار خیر کی وسعت کا نیک ذریعہ بن کر اسلامی قافلہ کا رفیق بن
جائیں۔ (ادارہ)

جرائم اور گناہوں کے اسباب

مفتی ذاکر حسن نعمانی

جرم وگناہ کا تصور نیا نہیں سب سے پہلی چوک جس پر مجازاً عصیان کا اطلاق ہوا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ آدم علیہ السلام کی یہ چوک اور خطا قصدی اور ارادی نہیں تھی۔ ارشاد باری ہے۔(ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما) اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدم (علیہ السلام) کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہوگئی اور ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی (طٰہٰ) یہ آدم علیہ السلام کی بھول اور لغزش تھی اس میں گناہ پر پختگی ہمت اور ثابت قدمی نہ تھی بلکہ بلاقصد وارادہ لغزش ہوئی۔ آج کل بھی اس قسم کی لغزش واقع ہوتی ہیں اور لوگ اس کو بہت جلد معاف کر دیتے ہیں۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے اس قرب اور بلند مقام کی وجہ سے ان کو اس خطا پر عتاب کی شکل میں تنبیہ ہوئی اور مجازاً عصیان کا اطلاق ہوا۔ مقرب کو تنبیہ دینے کیلئے سخت لفظ عموماً استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا مفہوم مراد نہیں ہوتا۔ زیر نظر مضمون میں جن جرائم اور گناہوں کے اسباب کا ذکر ہوگا یہ وہ گناہ اور جرائم ہیں جن کا لوگ قصداً وارادۃً ارتکاب کرتے ہیں پھر اس پر شرعی وقانونی سزائیں دی جاتی ہیں بظاہر تو جرائم وگناہوں کے بہت اسباب ہیں۔ لیکن ان سب کی وجہ خوف خدا کا فقدان ہے اس لئے سب سے پہلے اس سبب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) خوف خدا کا فقدان:

تمام جرائم اور گناہوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو۔ دل میں خوف خدا پیدا کرنا بڑی بات اعلیٰ اور اچھی صفت ہے ایک حدیث میں ہے (الایمان بین

الخوف والرجا) ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ خوف خدا کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچتا ہے۔ جس کے دل میں کسی حاکم کا خوف زیادہ ہوگا وہ حاکم کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اگر حاکم کا خوف نہیں تو اس کی نافرمانی کرے گا۔ عذاب قبر حشر، نشر حساب کتاب وغیرہ سب خوف خدا میں داخل ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور ان پیش آمدہ مراحل کا خوف ہو وہ کبھی ایسا کام نہیں کرے گا جس کی وجہ سے اللہ کا غضب نازل ہو اور باعث عذاب ہو اور حساب کتاب میں تکلیف دہ ہو۔ ارشاد باری ہے وامامن خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوىٰ۔ اور جو کوئی ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اس نے اپنے جی کو خواہش سے سو بہشت ہی اس کا ٹھکانا ہے (النزعات) علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں یعنی جو اس بات کا خیال کرکے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں (تفسیر عثمانی) اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ خوف خدا کے وقت نفس کی خواہشات سے انسان رک جاتا ہے اسی طرح ارشاد ہے وایای فارهبون اور مجھ ہی سے ڈرو (البقرۃ) فرمایا وایای فاتقون اور مجھ ہی سے بچتے رہو (البقرۃ) جس کے دل میں سانپ اور بچھو کا خوف اور ڈر ہو اس سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔ اس لئے کہ نہ بچنے میں ہلاکت ہوتی ہے اسی طرح جب خوف خدا نہ ہو تو آدمی ایک معمولی معصیت سے لیکر کفر وشرک تک کا ارتکاب بڑی ڈھٹائی اور جرات کے ساتھ کرتا ہے اگر خوف خدا ہوگا تو آدمی ہر جگہ قانون خداوندی اور ملکی قانون کی پابندی کرے گا ایک روزہ دار صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے پرہیز کرتا ہے خلاف ورزی پر نہ اللہ دنیا میں سزا دیتا ہے نہ کوئی شخص اس کے ساتھ لگا رہتا ہے کہ کہیں روزہ کے خلاف ورزی نہ کرے۔ گھر میں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں۔ کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ روزہ

Scanned with CamScanner

رکھا ہے یا نہیں اکل وشرب اور جماع سے پرہیز کر رہا ہے یا نہیں پھر بھی یہ روزہ دار [illegible] اور خوشی کے ساتھ سارا دن ان تین چیزوں سے پرہیز کرتا ہے آخر کوئی قوت ہے جو [illegible] سے یہ روزہ کی خلاف ورزی سے بچ رہا ہے اس کا جواب صاف ہے کہ صرف خوف خدا [illegible] یہ پابندی ہو رہی ہے خلاف ورزی کا تصور ہی نہیں ۔ اگر یہ خوف خدا ہر جگہ اور ہر حالت میں [illegible] رہے تو آدمی ہر چھوٹے بڑے جرم سے ہر جگہ ہر حالت میں اجتناب کرے گا

(۲) خوف قانون کا فقدان :

خوف خدا نہ ہو تو پھر انسان خوف قانون کی وجہ سے جرائم سے بچتا ہے ۔ کیونکہ فوری [illegible] اکثریت گناہ کا ارتکاب اسی خوف قانون کی وجہ سے نہیں کرتی ۔ جتنے سخت اور بے لچک [illegible] عملداری ہوگی لوگ جرم سے بچیں گے اگر قانون نرم اور لچکدار ہو یا اس کی گرفت ڈھیلی [illegible] جرم کے ارتکاب سے نہیں گھبرائے گا ہمارے ملک میں مختلف وجوہات کی بناء پر قانون کی [illegible] ڈھیلی اور غیر مؤثر ہے جس کی وجہ سے تقریباً ہر فرد کی فطرت اور طبیعت میں بدمعاشی، [illegible] اور بات بات پر ہر ایک سے لڑائی جھگڑا اور الجھنا پایا جاتا ہے ۔ بچے کے دل و دماغ میں [illegible] طور پر یہ امور نشونما پا جاتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ جوابی کاروائی خود کرنا ہوگی ۔ حکومت [illegible] لئے انتقام نہیں لیتی ۔ حکومت وعدالت کے پاس انصاف نہیں ۔ عدالت موجود ہے لیکن [illegible] ندارد ۔ بھٹو دور میں ایک بات کا بعض مقامات پر تذکرہ ہوتا تھا کہ عوامی دور ہے کسی سے [illegible] لینا ہو یا انتقامی کاروائی کرنا ہو تو اس عوامی دور میں آسان ہے ورنہ پھر مشکل ہو جائے گا ۔ جرائم [illegible] شرح بڑھ گئی تھی ۔ پھر جب مارشل لا کا دور آیا تو قاتل کی معافی نہ تھی ۔ تو قتل کی شرح [illegible] ہوگئی ۔ سعودی عرب میں جرائم کی شرح بہت کم ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ قانون کی گرفت [illegible] سخت ہے کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جاتا ہے ۔ افغانستان میں طالبان گورنمنٹ میں ان کی [illegible] گرفت بھی سخت تھی وہاں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی ۔

(۳) نفس اور شیطان کا اغواء :

یہ دونوں انسان کے حقیقی اور بڑے خطرناک دشمن ہیں ۔ اکثر جرائم اور گناہوں کے بنیادی سبب یہ دونوں ہیں ارشاد باری ہے ان النفس لامارة بالسوء بے شک جی تو سکھلاتا ہے برائی (یوسف) نفس برائی سکھلاتا بھی ہے اور کراتا بھی ہے ۔ ارشاد باری ہے فازلهما الشيطن عنها پس لغزش دی آدم وحوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے (البقرة)

[illegible] اور ارشاد ہے قال فبما اغويتني لاقعدن لهم صراطك المستقيم ثم لاتينهم [illegible] بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمآئلهم ولا تجد اكثرهم شكرين ۔ بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی [illegible] پر پھر ان پر آؤں گا ۔ ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکر گزار (الاعراف) نفس اور شیطان کے اغواء کا طریقہ اور دونوں کے [illegible] کا فرق کہ کون سا گناہ نفس نے کرایا کونسا شیطان نے ہر انسان کی فطرت اور طبیعت میں [illegible] اور مرغوب احساسات وجذبات موجود ہیں ۔ ان مرغوب ومحبوب احساسات وجذبات [illegible] دماغ ہو یا دل اس مقام سے تعبیر جی اور نفس کے ساتھ ہوتی ہے کہتے ہیں جی میں بات [illegible] دل میں خیال آیا ۔ نفس نے مجھے کہا ۔ جوں ہی کسی مرغوب اور محبوب شئی کو دیکھتا ہے انسان [illegible] کی طرف لپکتا ہے ۔ اس لئے کہ اس کا نفس اور جی اس کو کہتا ہے لے لو یہی ہے وہ محبوب [illegible] شئی ۔ نفس اور جی اس محبوب اور مرغوب شئی میں جائز و ناجائز کی تمیز نہیں کرتا بلکہ صرف [illegible] کہتا ہے یہی مطلوبہ چیز ہے حاصل کر کے سکون حاصل کرو ۔ اس لئے کہ شئی مرغوب ومطلوب [illegible] حصول سے قبل نفس اور جی میں ایک بے قراری اور اضطرابی کیفیت ہوتی ہے ۔ مثلاً ایک بے [illegible] خوب صورت عورت پر نظر پڑی تو نفس کہتا ہے ۔ یہی ہے وہ مرغوب اور محبوب شئی دیکھتے رہو نظر نہ ہٹاؤ ۔ نفس کی تسکین اسی میں ہے کہ مسلسل دیکھتا رہے ۔ وہ عورت نظروں سے غائب

ہو جائے تو پھر وہ اضطرابی کیفیت لوٹ آتی ہے۔ کہ کوئی مرغوب ومحبوب چیز نظروں سے
ہو گئی۔ اس اجنبی اور غیر محرم عورت کو دیکھنا نفسانی گناہ ہوا۔ اسی طرح کھانے کی کوئی مرغوب
دیکھ لی منہ میں پانی بھر آیا نفس نے کہا کھاؤ اب حلال حرام کی تمیز نہیں نفس کو تو تسکین چاہیے
حلال ہو یا حرام۔ اگر وہ شی حرام تھی تو یہ نفسانی گناہ ہوا۔ کیونکہ اندر سے نفس کا تقاضا تھا۔
مثلاً بھوک میں اضطرار کی حالت تک پہنچ گیا۔ کھانے کو خنزیر کا بھنا ہوا گوشت مل گیا۔
کی اجازت ہے کہ موت سے بچ جائے اس نے جوں ہی ایک بوٹی کھائی چسکا لگ
کھاتا چلا گیا۔ نفس نے کہا کھاتے جاؤ بڑا لذیذ گوشت ہے حالانکہ حکم تھا غیر باغ کا
لذت بن کے نہ کھاؤ۔ اب طالب لذت بن کے کھانا نفس کے تقاضے پر ہے اس کو بھی
کہتے ہیں ان چند مثالوں کے بعد نفسانی گناہوں کے پہنچاننے میں آسانی ہوگی ﴿
نکلا کہ جو گناہ حظ اور لذت کی خاطر کیا جائے اس کا محرک نفس ہوتا ہے ﴾ شیطانی گناہ
نفس اور جی کے سامنے عمل کو مزین کرتا ہے یعنی نفس کے لئے مرغوب بنا دیتا ہے اس لئے
تو پہلے سے شی مرغوب کا طالب تھا۔ ارشاد خداوندی ہے وزین لھم الشیطان اعمالھم ہے ﴾
اور بھلے دکھلا رکھے ہیں ان کو شیطان نے ان کے کام۔ (النمل) اسی طرح شیطان
وسوسے ڈالتا ہے۔ الذی یوسوس فی صدور الناس۔ وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے
میں (الناس) ایک باپردہ عورت راستے پر جا رہی ہے بالکل مستور ہے نفس کے تسکین کی
نہیں شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا پیچھے پڑ جاؤ۔ کسی نہ کسی طریقے سے اس کو دیکھنا چاہیے
یہ شخص اس عورت کے پیچھے چل پڑا تو یہ شیطانی گناہ ہے۔ یا کسی عورت پر اچانک نظر
اور شریعت پر عمل کرتے ہوئے منہ موڑ لیا۔ شیطان نے کہا ذرا دیکھو پھر توبہ کر لو گے۔
گناہ ہے۔ یا ایک دیندار آدمی بڑے عہدے پر فائز ہے۔ حکومتی وسائل اور دولت اس کے
میں ہے شیطان نے پٹی پڑھائی مستقبل کی فکر کرو بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلواؤ۔ عالی شان

ضروری ہے کچھ جائیداد بھی بناؤ۔ ریٹائر ہو گئے تو کیا کرو گے بار بار یہ مواقع ہاتھ نہیں آتے
اور پھر اس حمام میں تو اکیلا ننگا نہیں رہی آخرت کی بات تو ایک حج کر کے مصلی پر نماز پڑھیں گے
اور تسبیح کے دانے پھیر لیں گے اللہ کی ذات بڑی کریم ہے معاف کر دے گا شیطان کی باتیں سمجھ
میں آ گئیں رشوت اور غبن شروع ہو گیا۔ یہ شیطانی گناہ تھا۔ ان غلط اور ناجائز امور کی پٹی شیطان
نے پڑھا دی۔ جی اور نفس کو یہ باتیں اچھی لگیں اس لئے کہ وہ تو پہلے سے مرغوب اور مزین اشیاء
کا طالب ہے اس لئے کہتے ہیں کہ نفس شیطان کا آلہ ہے۔ انسان کے نفس اور جی کو بطور آلہ کے
اسی انسان کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ اس لئے شریعت نے نفس کے مرغوب اور محبوب اشیاء میں
جائز و ناجائز کا خط امتیاز کھینچ دیا۔ کہ کوئی شی مرغوب مثلاً مٹھائی اور فروٹ وغیرہ پر نظر پڑی تو اس
کو خرید کر جائز طریقے سے نفس کو تسکین دو۔ رمضان المبارک میں زیادہ گناہ نفس کے تقاضوں
پر کیے جاتے ہیں۔ شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ﴿ اس کا حاصل یہ نکلا کہ جو گناہ وہ تاویل
اور عقلی توجیہات کے راستوں سے ہو یا گناہ اس لئے کرتے ہیں کہ دیکھیں کیا ہے تو سمجھ لو کہ محرک

(۱) بری صحبت :

بعض اوقات بری صحبت اور سوسائٹی انسان کو اسی سوسائٹی کے مطابق بنا دیتا ہے شرابیوں کے ساتھ
اٹھنا بیٹھنا ہو تو شرابی بن جاتا ہے۔ جواریوں کے ساتھ ہر وقت شریک مجلس رہے
جواریا بن جاتا ہے دیہاتی سطح پر دیکھنے میں آیا ہے کہ مفروروں کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے
والا قاتل بن جاتا ہے آج کل ہیروئن پینے والوں کی جماعتیں ہیں۔ ایک ایک جماعت میں شامل
رہتا ہے جماعتی سطح پر مل کر جرائم کرنے والی جماعت اسی بری صحبت کا نتیجہ ہوتی ہے جو جرم
اکیلا نہیں کر سکتا اس کے لئے جماعت بناتا ہے۔ آہستہ آہستہ پورا گروپ بن جاتا ہے آج کل
جرائم جماعتی سطح پر کیئے جاتے ہیں چوروں اور ڈاکوؤں کی جماعتیں ہوتی ہیں۔ تاکہ بوقت

ضرورت مقابلہ کرسکیں ۔یہی وجہ ہے کہ والدین سرپرست اوراساتذہ ،اولاد،زیر
اورزیرِتعلیم لڑکوں کوبری محفلوں سے بچنے کی بڑی سخت تاکید کرتے ہیں۔ صحبت کی وجہ سے
اورگناہ جنم لے وہ تقریباً موت کے ساتھ نکلتا ہے۔ایسے لوگ طبعی موت نہیں مرتے پولیس
میں مارے جاتے ہیں یاکسی کے ہاتھوں قتل ہوجاتے ہیں یاپھر عدالت سے سزائے موت

(۵) غلط معاشرتی رویہ :

معاشرہ میں اگرایک آدمی کسی وجہ سے جرم کاارتکاب کرے تواچھے اور باکردار معاشرہ
ہوتاہے کہ مجرم کی اصلاح کی کوشش کریں ۔کچھ بھی نہ ہوسکے تو مجرم کے ساتھ سوشل بائیکاٹ
کردیں تاکہ مجرم کوجرم کااحساس ہو۔اکثر دیکھنے میں آیاہے کہ معاشرہ مجرم کوپناہ دیتاہے
سے بچاتا ہے۔اعلیٰ قسم کی خوراک کھلاتاہے اس کی حوصلہ افزائی اورعزت افزائی کرتے ہیں
قسم کی مفت اشیاء اس کی خدمت میں پیش کرکے بالآخر اس کولیڈراورگاؤں اوردیہات
پرقاضی القضاۃ بنادیتے ہیں۔لوگ اس کوفیصلوں میں مدعوکرتے ہیں معاشرہ میں اپنی پذیرائی
کرسرعام بڑھے دھڑلے سے ان جرموں کوباربار دہراتاہے ۔بعض اوقات جوانہ
کردیتاہے ہیروئن کاکاروبار شروع کردیتاہے اورپولیس کے اعلیٰ حکام اس کے دوست بن
ہیں ایک وقت تھاکہ معاشرہ کاایک ادنی فردتھایاپھر دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑے عرصہ میں اپنے
کی وجہ سے اونچی سوسائٹی کامعززفرد بن جاتا ہے۔بھلاایساشخص کب توبہ کرے گا معاشرہ
ابتداء اس مجرم کے ساتھ ایساکیوں کرتے ہیں اس کی کئی وجوہات ہیں اس مجرم کی پذیرائی
ذریعہ جرم میں پختگی آئے گی بالآخر کسی کے ہاتھوں قتل ہوجائے گا ۔معاشرہ کی جان چھ
جائے گی ۔بعض لوگ مفروروں کی پرورش اپنی لیڈری اور بدمعاشی قائم ودائم رکھنے کے
کرتے ہیں تاکہ پوری سوسائٹی میں اپنارعب ہروقت قائم رہے ۔بعض لوگوں کواپنی دولت
فکرہوتی ہے کہ کوئی لوٹ نہ لے کوئی بیٹا اغوانہ کرے اس کے لئے معاشرہ کے بدمعاش اور

پیشہ لوگوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں ۔بہرحال ایساغلط معاشرہ کایہ غلط رویہ مجرم کواپنے جرائم
میں اوربھی پختہ کردیتاہے۔

(٦) طبعی حالات :

بعض علاقے پولیس کے بروقت پہنچنے سے محروم ہوتے ہیں یاوہاں تک پولیس کی رسائی مشکل
ہوتی ہے مثلاً بڑاویرانہ اورجنگل ہے یابیچ میں دریاحائل ہے یازبردست پہاڑی علاقہ ہے یاوہاں
قانون کی عملداری نہیں ۔مثلاً ہمارے ملک میں قبائلی علاقوں کاوجود یہاں لوگ قانون کے شکنجے
سے آزاد ہیں ۔ادھرجرم کیاادھر محفوظ جگہ میں پناہ لے ۔بڑے بڑے مشہور مجرم پہاڑوں
اورجنگلات میں رہتے ہیں ۔قبائل میں مفرورتادم مرگ وقت گزارتاہے ایک دفعہ میں نے ایک
پولیس افسرسے کہاکہ قبائل کے وجودکاکیامقصدہے لوگ ان کے آسراپرجرم کرتے ہیں اس نے
مجھے کہاواقعی پورے صوبہ پنجاب میں اتنے مفرورنہیں جتنے صرف ضلع نوشہرہ میں ہیں ایک بار مجھے
ایک قبائلی نے کہاکوئی خدمت ہوتوہم حاضرہیں میں نے کہاکیسی خدمت کہاکسی کوقتل کرناہویاکسی
کواغواکرناہو۔میں نے کہاہمیں ایسی خدمت کی ضرورت نہیں ۔اس کی یہ پیش کش اس بات کی
کھلی اورواضح دلیل ہے کہ ان کے طبعی حالات ایسے ہیں کہ جرم کے بعدان کوسزابالکل نہیں ملتی۔

(۷) مال ودولت کی فراوانی :

مال ودولت کی فراوانی اورزیادتی اکثر جرائم کاسبب بنتی
مال اگرصحیح استعمال ہوتوٹھیک ورنہ بہت بڑافتنہ ہے مال کی فراوانی
ہے شراب ،جوا،زنا،قتل وغارت جیسے سنگین جرائم دولت کے بل بوتے پرکئیجاتے ہیں اللہ تعالی
کاارشادہے ولوبسط الله الرزق لبغوا فی الارض اوراگرپھیلادے اللہ روزی اپنے
بندوں کوتوشرارت کرنے لگتے ہیں بہت سے مالدارنماز روزہ کی پابندی نہیں کرتے جہاد سے
کتراتے ہیں۔بزدل بن جاتے ہیں قتل سے پہلے اپنی جائیدادکااندازہ لگاتے ہیں کہ جرم کے بعد
اس میں اتنی قوت اورقیمت ہے یانہیں کہ ارتکاب جرم کے بعدبچاسکے یانہیں بچاسکے گی دولت

Scanned with CamScanner

ہضم نہیں کر سکتے۔ دولت ہاتھ آ جائے تو کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ دیہاتی سطح پر ایسا ہی ہو... وجہ ہے کہ بعض لوگ سنگین جرائم کے ارتکاب کے بعد پھر مونچھوں کو تاؤ دیکر اور سینہ تان... کے سامنے دندناتے پھرتے ہیں غریب لوگ ایسے لوگوں سے ڈرتے ہیں۔

(۸) انصاف کا عدم حصول :

معاشرہ اور عدالت سے انصاف نہ ملے تو آدمی مجبور ہو کر جرم کا ارتکاب کرتا ہے ہمارے... تو حکومت اور عدالت سے عوام کو انصاف ملنے کی اب تو توقع ہی نہیں رہی نہ معاشرہ... دیتا ہے معاشرہ تو الٹا مجرم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ عدالتیں بے شمار ہیں ایک عدالت... ہارا دوسری عدالت میں اپیل کر دی مظلوم انصاف مانگتا ہے کیس پر بیسوں سال گزر جا... مجرم یا فریق مخالف طبعی موت مر جاتا ہے۔ لیکن کیس ختم نہیں ہوتا۔ رشوت اور ناجائز... کا بازار گرم ہے جائز سفارش ختم ہوگئی۔ مظلوم سوچتا ہے کہ عدالت اور معاشرہ سے تو انصاف... مل سکا چلو خود کچھ بندوبست کرو۔ اور پشتون معاشرہ میں تو آخرت کے... اور جزا و سزا کا تصور ہی نہیں۔ کہتے کہ وہ بڑا بے غیرت انسان ہوتا ہے کہ جس کو کسی سے... لینا ہو۔ اور بات آخرت تک پہنچ جائے بلکہ یہی سارا معاملہ خود چکا دو۔ اگر فوری اور سستا... ملتا تو کوئی جرم کا تصور نہ کرتا۔ لوگ دعا کرتے ہیں تو کہتے ہیں یا اللہ ہسپتال اور عدالت... بچانا۔ انصاف ملتا نہیں مظلوم اپنی دادرسی کے لئے لاکھوں روپے خرچ کر دیتا ہے۔

(۹) اخلاقی بے راہ روی :

آزادی اور بداخلاقی بہت سے جرائم اور گناہوں کو جنم دیتی ہے نہ قانونی پابندی ہے سکول کالج میں تعلیم ہے اور اخلاقی تربیت نہیں جس کی وجہ... ان تعلیمی اداروں سے پڑھے لکھے مجرم نکل رہے ہیں ان اداروں میں بداخلاقی اختلاط مرد... نے زنا جیسے قبیح اور بے غیرت جرم کو جنم دیا ہے۔ نامی گرامی گھرانوں کی عورتیں اور لڑکے... عزتوں کے ساتھ کھیل چکے ہیں۔ جب کوئی ان اداروں میں ماحول کی پاکیزگی کی بات کرے

تو جواب ملتا ہے کہ رجعت پسند ہیں عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں عورتوں کے حقوق چھین رہے ہیں۔ اعلیٰ عہدیدار اور سرکاری حکام مل مالک، ممتاز تاجر وغیرہ سفید پوش معززین، خیانت بردار ایسی چوری، رشوت اور قتل جیسے جرائم میں ملوث ہوتے ہیں یہ انہی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل ہیں جن میں آزادی اور بداخلاقی کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱۰) بے روزگاری :

بڑھتی ہوئی بے روزگاری بھی انسان کو جرائم پر مجبور کرتی ہے کب تک صبر کے کڑوے گھونٹ پیتا رہے گا اور خاص کر ایسے ماحول میں جہاں مالدار اور عہدیدار کے بیٹوں کو مرضی کی نوکریاں مل رہی ہوں۔ ایک نوکری چھوڑتا اور دوسری شروع کرتا ہے غریب تعلیم یافتہ کے ساتھ نہ سفارش ہے نہ دولت غم و غصہ کے گھونٹ بے روزگاری میں پیتا رہتا ہے۔ آخر کار مجبور ہو کر پڑھا لکھا مجرم بن جاتا ہے نوکریوں پر بین ہوتا ہے نوکری کا امیدوار اوور ایج ہو جاتا ہے عام مزدوری کو اپنی تعلیم کی ہتک سمجھتا ہے اسی طرح جب بے روزگاری بڑھ جائے تو معاشرتی بدنظمیاں شروع ہو جاتی ہیں جلسے جلوس اور ہڑتال شروع ہو جاتی ہیں ایسی بدنظمی اور انتشار کے وقت قانون اور اخلاق بے بس ہو جاتا ہے۔

(۱۱) ٹی وی، سنیما اور فحش لٹریچر:

اس دور میں جرم کے ارتکاب کا بڑا سبب ٹی وی، وی سی آر، سنیما اور فحش لٹریچر ہے تفریح اور ثقافت کے نام پر یہ تمام چیزیں مخرب اخلاق بن گئی ہیں اکثر فلموں میں مار دھاڑ اور عشق و محبت والے پارٹ دکھائے جاتے ہیں یہی حالت ڈراموں کی ہے پھر ان میں ہر کردار بے حیا اور حیا سوز ہوتا ہے۔ نوجوان طبقہ ان سے مار دھاڑ کے طریقے سیکھتا ہے۔ عشق و محبت کے نئے نئے گر سامنے آتے ہیں۔ پھر ان کردار کی پذیرائی بھی ہوتی ہے ان کو سال بعد صدارتی ایوارڈ بھی ملتا ہے۔ جس کو دیکھ کر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اسی کردار اور پذیرائی کے خواہاں بنتے ہیں۔ نتیجتاً بے حیائی کا یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے آئے دن اخبار میں لکھا ہوتا ہے۔ ابھرتا ہوا اداکار اور ابھرتی ہوئی

ادکارہ یہی ادکاری جرم وگناہ ہے کچھ لوگ اس مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی اچھے بعض کردار ان میں بازار حسن کی زینت بن جاتے ہیں ۔شہرت حاصل کرنے کا گھر آنا مشکل ہوجاتا ہے

(۱۲) معاشی ابتری :بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو قناعت کی دولت ہوا پنی معاشی بری حالت پر قناعت نہیں کرتے ۔ان کی نظر معاشرہ میں دنیاوی لحاظ سے بہتر شخص پر ہوتی ہیں یہ شخص خود کو اپنے سے اوپر والے شخص کے برابر کرنا چاہتا ہے مزید آسودگی اور اونچے طبقے کی برابری کے لیئے ہر جائز و ناجائز طریقے کو اپناتا ہے ،افلاس اور معاشی زبوں حالی بعض اوقات افراد کو مجرم بنا دیتی ہے۔

(۱۳) احساس کمتری: ذاتی اہمیت سے محرومی کا احساس ہوجانے پر آمادہ کرتا ہے ۔اس احساس کمتری کی وجہ خاندان کا ناخوشگوار ماحول نفسیاتی الجھن کا فقدان ،لوگوں کی لاپرواہی یا لوگوں سے حقارت آمیز سلوک ہوسکتا ہے کوئی اہمیت نہ لاتا تو ایسے حالات میں بعض اوقات اپنی انا کی تسکین کیلئے خوف ناک اور شرمناک جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔

(۱٤) لالچ :۔حرص ولالچ بری بیماری ہے آدمی ہر وقت ھل من مزید کی فکر میں جائز و ناجائز کی تمیز نہیں ہوتی۔

لالچ بری بلا ہے ہر خاص و عام میں
مرغ زیرک کیسے پھنستا ہے دام میں

بعض اوقات اس مزید کی ہوس کی وجہ سے ہر قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے کیلئے تیار ہوجاتا ہے

مفتی غلام الرحمان

دارالافتاء

وطن اقامت میں نیت کا اعتبار

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوج کی ایک یونٹ جو کم از کم تین سو افراد پر مشتمل ہو ایک بڑی چھاونی میں قیام پذیر ہے لیکن ملکی حالات کے پیش نظر کبھی ان کی تبدیلی کسی دوسری ایسی چھاوٴنی کی جاتی ہے جو ملکی سرحدات کے قریب ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت سرحدات پہنچنے میں آسانی رہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی چھاوٴنیوں میں قیام ہوتا ہے لیکن دفاعی حکمت عملی کی بنا پر افسر بالا باقاعدہ یہ نہیں بتاتے کہ ہمیں کتنے دنوں کیلئے یہاں رہنا ہے۔ان حالات کے پیش نظر ہمیں نماز کے قصر یا اتمام کے بارے میں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

(۱) اگر یہ یونٹ کسی صحرا میں جا کر خیمہ زن ہو وہاں پر جنگی حالات کا سامنا ہو رہائشی سہولیات نہ ہوں خیمے لگا کر یہ یونٹ چند دن گزارے کیا ایسی صحرا میں ان کی اقامت کی نیت معتبر ہے یا نہیں؟

(۲) سرحدات کے قریب چھاونی میں رہنے کے بارے میں نماز کا کیا حکم ہے؟ جس کے بارے میں افسران بالا اقامت کے بارے میں بتلانے سے قاصر ہوتے ہیں لیکن بعض ایسے منصوبے جاری ہوتے ہیں یا اسکیمیں شروع کرتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں پر قیام مہینوں تک ہوسکتا ہے سب اوقات نجی محفلوں میں بعض ذمہ دار حضرات کی منہ سے ایسی باتیں بھی نکل جاتی ہیں جو طویل اقامت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) اگر اس یونٹ کے بعض افراد کے بچے مرکزی چھاونی میں ہوں تو دو تین دن کے لئے

بچوں کے پاس آنے سے یہ آدمی قصر نماز پڑھے گا یا پوری نماز پڑھے گا؟

(۴) اگر مسافر دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھے کیا اس سے ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟

بنیوا تو جروا

حافظ عبدالمجید پشاور

الجواب وباالله التوفیق!

جنگی حالات کے پیش نظر اگر کسی یونٹ کی تقرری غیر آباد علاقہ میں ہو۔ جہاں سہولیات کے ذ
کے علاوہ مستقل رہائش کا کوئی بندوبست نہ ہو اور ہنگامی حالات کے پیش نظر کسی وقت یہ یونٹ
اِدھر اُدھر بھیجی جاسکتی ہو تو ان کے لئے قصر پڑھنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ فقہ کی مشہور کتاب
فتاوی ھندیہ میں ہے۔

قال شمس الائمة الحلوانی عسکر المسلمین اذاقصدوا موضعاً ام
اخبیتهم وخیامهم وفساطیطهم فنزلوا مفازة فی الطریق ونصبوا الا
والفساطِیط وعزموا فیها علی اقامة خمسة عشر یومالم یصیروا
لانهاحمولة ولیست بماکن ۔ (ج اص ۱۳۹)

ترجمہ:۔ شمس الائمہ کا کہنا ہے۔ مسلمان فوج کے پاس جب اپنے خیمے ہوں اور کسی صحرا میں
ہوکر پندرہ ۱۵ دن کی اقامت کی نیت کی تو ایسی صورت میں نیت کے باوجود یہ لوگ مقیم نہیں
سکتے کیونکہ یہ رہائشی نہیں بلکہ کوچ کرنے والی ہے۔

(۲) جہاں کہیں یونٹ اپنے مرکز سے کسی دوسری ایسی چھاونی بھیجی جائے جو سرحد کے قریب
ہو۔ تاکہ بوقت ضرورت فوج کی ترسیل میں آسانی رہے اور یہ یونٹ کسی شہری آبادی میں
کے بعد اس کو جملہ سہولیات زندگی میسر ہوں تو ایسی جگہ میں اقامت کی نیت معتبر ہے۔ کیونکہ
مستقل رہائش کی گنجائش ہو وہاں اقامت کی نیت درست ہے لیکن اسمیں ضروری ہے کہ افسر

نیت کا اعتبار ہو، ماتحت عملہ کی نیت اقامت کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں ۔ افسر مجاز کا نیت
اقامت کے لئے اعلان کرنا باعتماد ذریعہ ہے ۔ لیکن جہاں کہیں دفاعی حکمت عملی کے تحت عمومی
اعلان مشکل ہو لیکن حالات اور قرائن سے اتنا معلوم ہوتا ہو کہ یونٹ کی اقامت پندرہ دن سے
متجاوز ہے یا افسران بالا کوئی ایسے منصوبے اور سکیمیں شروع کرائیں جو مدت اقامت پر مشتمل
ہو تو ایسی صورت میں یہی قرائن نیت اقامت کی اگاہی کے لئے کافی ثبوت ہیں ۔ جس کے ہوتے
ہوئے نماز پوری پڑھی جائیگی ۔ مزید براں ایام جنگ کے علاوہ عام دنوں میں یونٹ کی تبدیلی کی
مدت پندرہ دن سے متجاوز ہوتی ہے اس لئے ایسی صورت میں احوال اور قرائن سے استفادہ
کرکے اقامت کی نیت معلوم کی جاسکتی ہے ۔ فتاوی تاتارخانیہ میں اس سے ملتا جلتا ایک مسئلہ
لکھا گیا ہے ۔ کہ

(ان الحجاج اذاوصلوا الی بغداد شهر رمضان ولم ینووا الاقامة صلوا بصلاة
المقیمین لانه من عرفهم ان لایخرجوا مع القافلة ومن هذاالوقت الی وقت
خروج القافلة اکثرمن خمسة عشر یوما فکانهم نووا الاقامة اکثرمن خمسة
عشر یوما فیلزمهم صلوة المقیمین ۔)

(ج ۲ ص ۱۲)

ترجمہ:۔ حجاج کرام جب رمضان کے مہینہ میں بغداد پہنچے اور اقامت کی نیت نہیں کی ہو تو پوری
نماز پڑھیں گے ۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ انکا نکلنا قافلہ کے بغیر ممکن نہیں تو اس سے لیکر قافلہ کے نکلنے
تک پندرہ دن سے زیادہ مدت بنتی ہے گویا انہوں نے عملی طور پر پندرہ دن کی نیت کی اس لئے مقیم
کی نماز پڑھنگے ۔

(۳) جہاں یونٹ کا اپنا مرکز ہو اور وہاں ہی ان کی مستقل تقرری ہو بچے اور سامان یہی مرکز میں
پڑا ہو تو چند دنوں کے لئے نکلنے سے یہ اقامت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ وطن اقامت سفر سے اس

وقت متاثر ہوتا ہے جب یہاں سے باقاعدہ جانے کا عزم ہو۔ تاہم اس میں ضروری ...
یہاں پر اقامت کی نیت کر کے وطن اقامت بنایا ہو اس لئے یونٹ والے اگر مرکزی پر ...
اپنے گھروں میں آئیں تو دوبارہ اقامت کی نیت ضروری نہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں۔

(کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع اخر) (ج ۲ /۱۳۲)

ترجمہ:۔ وطن اقامت سامان پڑھے رہنے سے باقی رہتا ہے۔ اگر چہ دوسری جگہ رہائش ... کر لے۔

(۴) اسمیں کوئی شک نہیں کہ فقہ حنفی کی رو سے مسافر کیلئے عزیمت کی نسبت سے رخصت پر ... زیادہ بہتر ہے یعنی چار رکعات کی جگہ دو رکعات پڑھیگا۔ لیکن اس کے باوجود اگر چار رکعات ... کر قعدہ اولیٰ کیا ہو تو ذمہ فارغ ہوگا۔ جن میں دو رکعات فرض اور دوسری دو رکعات ... متصور ہونگیں تاہم سلام کی تاخیر کی وجہ سے گنہگار رہیگا۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں

(فان صلی اربعا وقعد فی الثانیه قدر التشهد اجزأته والاخریان ... ویصیر مسیأ لتاخیر السلام.) (هندیه ج ۱ /۱۳۹)

ترجمہ:۔ اگر چار رکعات پڑھی جائیں اور دوسری رکعات پر تشہد کی مقدار سے بیٹھنا ہو تو جائز ... آخری دو رکعات نفل ہونگیں ... سلام کی تاخیر کی وجہ سے گنہگار رہوگا۔

رسم ورواج اور بدعت کا تفرقہ

سوال:۔ کیا رسم ورواج کے ارتکاب سے مسلمان ذہنی ... متاثر ہوتا ہے یا نہ ... ہمارے معاشرہ میں کئی ایسے کام ہوتے ہیں جن سے بچنا مشکل ہوتا ہے ایسی صورت میں ... اختیار کرنے پر یہ شخص گنہگار رہوگا یا نہیں؟ نیز معاشرتی زندگی میں ہم رسم اور بدعت کے ...

کیسے فرق کرینگے جبکہ بدعت سے بچنا مسلمان کی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

بنیوا توجروا

الجواب وباالله التوفیق،

انسان معاشرتی زندگی میں بسا اوقات غیر اختیاری طور پر بعض ایسے امور کا ارتکاب کرتا ہے جن میں کچھ چیزیں تو مخصوص طبقات میں محصور ہو کر رہ جاتی ہیں اور بعض چیزیں معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں یہاں تک کہ چھوٹے بڑے عوام وخواص سب ایسی چیزوں کے ارتکاب میں کوئی خاص جھجک یا عار محسوس نہیں کرتے یہ چیزیں معاشرہ میں ''رسم'' ''رواج'' اور یا عرف کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ چنانچہ ''عادت'' اور ''عرف'' کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔

العرف والعادة ماستقرفی النفوس من جهة العقول وتلقته الطباع السليمة بالقبول ...... وفی شرح التحرير العادة هی الامرا المتكرر من غير علاقة عقلية (شرح عقود رسم المفتی /۹٤)

یعنی عرف اور عادت وہ ہے جو معاشرہ میں بغیر کسی عقلی رکاوٹ کے اختیار کی جائے اور طبعیت سلیمہ اس کو قبول کرلے عادت وہ معاشرتی کردار ہے جو بغیر عقلی لزوم کے معاشرہ میں بار بار وقوع پذیر ہو۔ چونکہ ''عرف اور رواج'' معاشرہ کی ایک ضرورت ہے اس لئے شریعت اس کی ضرورت کا احساس کر کے بسا اوقات حوصلہ افزائی کرتی ہے کیونکہ عرف اور رواج پر پابندی لگوانا اور اس کو مسدود رکھنا ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے کے مترادف ہے شریعت کئی جگہوں میں عرف اور رواج کا اعتبار کر کے مسائل اس کے حوالہ کرتی ہے یعنی عرف جو فیصلہ کرے وہی شریعت تسلیم کرتی ہے چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

(ماراه المسلمون حسناً فهو عندالله حسنٌ)

جس چیز کو اسلامی معاشرہ اچھا تسلیم کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا ہوتا ہے۔ اور علامہ ابن عابد

ین فرماتے ہیں۔

(والعرف فی الشرع له اعتبار :: لذاعلیه الحکم قد یدار)

شریعت میں عرف کا اعتبار ہے کئی مسائل میں عرف ہی کی وجہ سے حکم کیا جاتا ہے۔فقہی ذخیرہ مطالعہ سے یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں کہ کئی مسائل میں جواز اور عدم جواز یا حاجت و... معاشرتی کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے لگایا جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاشرے کے ہر... کو اعتبار دیکر اس کے مطابق فیصلہ دیا جائے " رسم ورواج " کو یہ اہمیت تب دی جاتی ہے... معاشرہ کے عقل سلیم رکھنے والے اس کے حسن اور فعالیت کی گواہی دیں ورنہ یہی رواج... خواہش پرستی کا شکار ہو کر حیوانیت اور درندگی کے دلدل میں پھنسے خود کشی بے حیائی جرم... اور زیادتی کا پیش خیمہ یا معاون ومددگار ثابت ہو اور یا شریعت کے مسلمہ اصول... ٹکراؤ پیدا کرے تو پھر وہاں اسلامی معاشرہ کو اس کی آلودگی سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ لہذا رواج اور رسوم جب معاشرہ میں اچھے ہوں تو ان کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں... ناجائز رسومات سے دامن بچانا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ یہاں پر حضرت شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحقیق زیادہ قابل توجہ ہے جو بدعت اور رسم رواج کے درمیان جدائی کا... واضح لکیر کھینچ کر فرق کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون ملتبسة بالدین ولذا یقال ان الرسوم التی جرت فی المصائب بدعة دون التی فی مواسم السرور کالانکحة وغیرها فان ،الاولی تعد کانها من الدین فتلتبس... بخلاف الثانیة والسر فیه ان رسوم المسرات أکثرها تکون من باب اللهو واللعب فلاتلتبس بالدین عند سلیم الفطرة بخلاف رسوم نحو الموت فان غالبها یکون من جنس العبادات فیتحقق فیها الالتباس

(فیض الباری ج ۱۷/۱)

میرے نزدیک بدعت وہ ہے جسکی شریعت میں کوئی سند نہ ہو لیکن بظاہر اس کے کرنے میں دین کا شبہ ہوتا ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ غم کے موقعہ پر جن رسوم کا ارتکاب ہو وہ بدعت کے دائرہ میں آتے ہیں البتہ خوشی کے موقعہ پر مثلاً شادی میں رسم ورواج کو بدعت شمار کرنا مشکل ہے کیونکہ پہلی قسم میں دین کے جزء ہونے کا شبہ ہے دوسری قسم میں نہیں۔ اس میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خوشی کے موقعہ پر اکثر رسم ورواج لہو ولعب کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں ایک سلیم الفطرت شخص ان کو دین نہیں سمجھتا جبکہ فوتگی کے موقعہ پر اکثر رسومات کو ثواب کی نیت سے کر کے عبادت سمجھتے ہیں جن سے دین کا شبہ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ غم کے موقعہ پر مروجہ رسومات سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ یہ رواج بسا اوقات عبادت کی شکل اختیار کر کے بدعت بن جاتا ہے البتہ خوشی کے موقعہ پر یا عام زندگی میں رواج جب تک کسی غیر شرعی کام کا مقدمہ نہ بنے اور نہ کسی مسلمہ اصول سے متصادم ہو تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم۔

زمین کا حیاتیاتی نظام

تحریر:

کرۂ ارض پر موجود حیات سطح زمین سے اوپر سطح سے نیچے چند میل کے مختصر علاقے تک محدو اس علاقے کو بائیوسفیر کہا جاتا ہے۔ بائیوسفیر میں حیات مختلف سائیکلز کے ایک پیچیدہ سلسلے جکڑی ہوئی ہے۔ ان تمام سائیکلز کو ملنے والی توانائی کا سرچشمہ سورج ہے۔ اس بات کو انداز میں اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ زمین پر زندگی کی جتنی بھی شکلیں موجود ہیں ان بقا کا دارومدار اس علاقے پر ہے جسے بائیوسفیر کہا جاتا ہے کیونکہ زندگی کو قائم رہنے کے لئے عوامل کی ضرورت ہے وہ اسی علاقے میں میسر ہیں اور ان سے باہر نارمل انداز میں ز رہنا ناممکن ہے۔ نارمل انداز میں، کے الفاظ اسلئے استعمال کئے گئے ہیں کہ انسان اس علا کو عرصہ دراز سے پھلانگ رہا ہے اور اس نے ایسے اقدامات کر لئے ہیں کہ مختلف آلات مدد سے اس علاقے سے باہر بھی جا سکے۔ نہ صرف باہر جا سکے بلکہ زندہ بھی رہ سکے۔

یہ علاقہ جسے ہم بائیوسفیر کہہ رہے ہیں، زمین سے چند میل اوپر تک اور سطح زمین سے کچھ نیچے کے علاقہ پر مشتمل ہے۔ اس تنگنائے میں حیات کی کروڑوں اقسام موجود ہیں اور ان کو توا سورج سے ملتی ہے۔ اس نظام کا دوسرا بڑا اصول یہ ہے کہ حیات کی مختلف اقس کا دارومدار دیگر اقسام کی حیات پر ہے۔ اس طرح یہ سارا نظام ایک ایسے دائرے میں قائم ہے جس کی ہر اکائی اپنی جگہ پر اہم بھی ہے اور اس نظام کو قائم رکھنے میں اپنا کردار بھی موثر انداز سرانجام دے رہی ہے۔ اس سلسلے کی تشکیل کا آغاز 3000 ملین سال پہلے ہوا اور اس وقت اب تک زمین متنوع حیات کا واحد مسکن ہے۔ کیونکہ اب تک کے حاصل ہونے علم کے مطابق دوسری جگہ سے زندگی کے شواہد نہیں ملے۔ زمین پر پائے جانے والے حیاتیاتی نظام کے دائ

میں ہر اکائی کا اپنا لائف سائیکل بھی ہے اور اس کی طوالت کا انحصار خود اس اکائی پر ہے۔ بعض سائیکل یا چکر وقت کے ایک طویل عرصہ پر محیط ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کاربن سائیکل میں کاربن کی مختلف شکلوں کو محفوظ اور ری سائیکل کرنے کے لئے پانچ لاکھ سال درکار ہوتے ہیں۔ مختلف سائیکلز اور ان کے مجموعی طرز عمل کے مابین جو قریبی رشتہ ہے، اسے گایا ہائپوتھیسس کہتے ہیں۔ اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ زمین کے ماحول کو اس کے زندہ آرگنزم خود ہی کنٹرول کرتے ہیں۔ زمین پر پائی جانے والی حیات میں انسان کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل ہے شعوری منزلیں طے کرنے کے ساتھ ہی اس نے زمین کے حیاتیاتی نظام پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا اور زمین کے فطری سائیکلز کے ساتھ بدل دیا۔ اس طرح اسے کرۂ ارض کی بادشاہت تو مل گئی لیکن اس نے مجموعی طور پر فطری توازن کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ بدقسمتی سے اس تباہی کا زیادہ اثر خود انسان پر ہی پڑا اور اس نے اپنی ہی بقا کو خطرے میں ڈال دیا۔

تباہی کا یہ سامان نہ تو انسان نے ایک دن میں کیا ہے اور نہ ہی جان بوجھ کر کیا ہے بلکہ اپنی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لئے قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال کے علاوہ مصنوعی طریقوں کے اختیار کرنے سے اس ماحول کا حلیہ بگڑا ہے۔ ڈیموگرافرز نے اس بات کا تخمینہ لگایا ہے کہ انیسویں صدی کے آغاز میں دنیا کی آبادی تقریباً ایک بلین کے لگ بگ رہی ہوگی۔ 1930ء تک یہ تعداد دو بلین تک بڑھ چکی تھی۔ 1975ء تک یہ پھر دو گناہ ہو چکی تھی اور بیسویں صدی کے اختتام تک دنیا کی آبادی 6 بلین سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ بڑھتی ہوئی آبادی سے اگر اور کچھ نہیں ہوا تو کم از کم زمین کے محدود وسائل پر دباؤ ضرور پڑا ہے۔ بعض سادہ لوح لوگوں کے کان پر یہ خبر سن کر جوں تک نہیں رینگتی کہ آبادی کے دباؤ کے سبب ہم بتدریج تباہی کے دہانے کی طرف بڑھ رہے ہیں جو وسائل فطرت نے کروڑوں برس کی محنت سے بہم پہنچائے ان کے نصف سے زیادہ کو ہم نے ایک صدی میں استعمال کر ڈالا اور فطرت کا توازن بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار

ہوا۔آپ کو اپنے اردگرد سے اس طرح کی کئی باتیں سننے کو ملیں گی کہ خوراک میں وہ
رہا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔اس کی طاقت کم ہوگئی ہے،کھادوں نے ہر چیز کا بیڑہ غرق کر کے رکھ
وغیرہ وغیرہ۔اس قسم کی عمومی باتوں کے پس منظر میں کئی بنیادی نوعیت کے حقائق ہوتے ہیں
باتیں یونہی نہیں بن جاتیں۔ان باتوں کی صداقت اس لئے بھی شبہ سے بالاتر ہے کہ ہر انسان
روزمرہ زندگی میں ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا
کا جواب یہی ہے کہ بڑھتی آبادی کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے ان مصنوعی طریقوں
کا سہارا لینا پڑا۔ہر شخص جانتا ہے کہ ہر چیز کی ایک فطری استعداد ہوتی ہے اور کسی بھی چیز سے
کی استعداد سے زیادہ کام لینے کی کوشش کے نتیجہ میں بگاڑ پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔یہی
زمین کے ساتھ بھی ہوا۔اس کی فطری استعداد کے مطابق اس سے جو پیداوار حاصل کی جاسکتی
وہ انسانی ضرورتوں کے لئے ناکافی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی زرخیزی کو بڑھانے کیلئے
کھادوں کا استعمال کرنا پڑا۔یہ چیز فطرت کے کام میں دخل اندازی کے زمرے میں آتی
لہٰذا اس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑا۔زیادہ پیداوار کے حصول کیلئے فصلوں کو نقصان پہنچانے والے
کیڑے مکوڑوں سے چھٹکارا پانے کیلئے کرم کش ادویات کو بے دریغ استعمال کرنے کا رجحان
پیدا ہوا۔ان دونوں عوامل نے حیات کے فطری اصولوں میں جو رخنہ اندازی کی اس کے نتیجے میں
ہمیں بھاری مقدار میں ناقص غذا میسر آ گئی۔وسائل اور استعمال کے عدم توازن کی مثال ہم اپنے
رہن سہن میں بھی تلاش کرسکتے ہیں۔اپنے سکونتی ماحول میں اگر ہمیں رہائش کی سہولت ناکافی
محسوس ہو تو لامحالہ طور پر ہم اسے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں مکانوں کی وسعت کو بڑھانے کے
لئے ہم انہیں عمودی اندازہ میں بڑھانا شروع کردیتے ہیں اور اس طرح کئی کئی منزلوں پر مشتمل
عمارتیں بنا کر ہم اس مسئلے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے ہم اپنی پوری زندگی
کے باوجود زمین کا ایک انچ بھی نہیں بڑھا سکتے ہیں جو تمام انسانوں کا مجموعی طور پر مسکن ہے۔

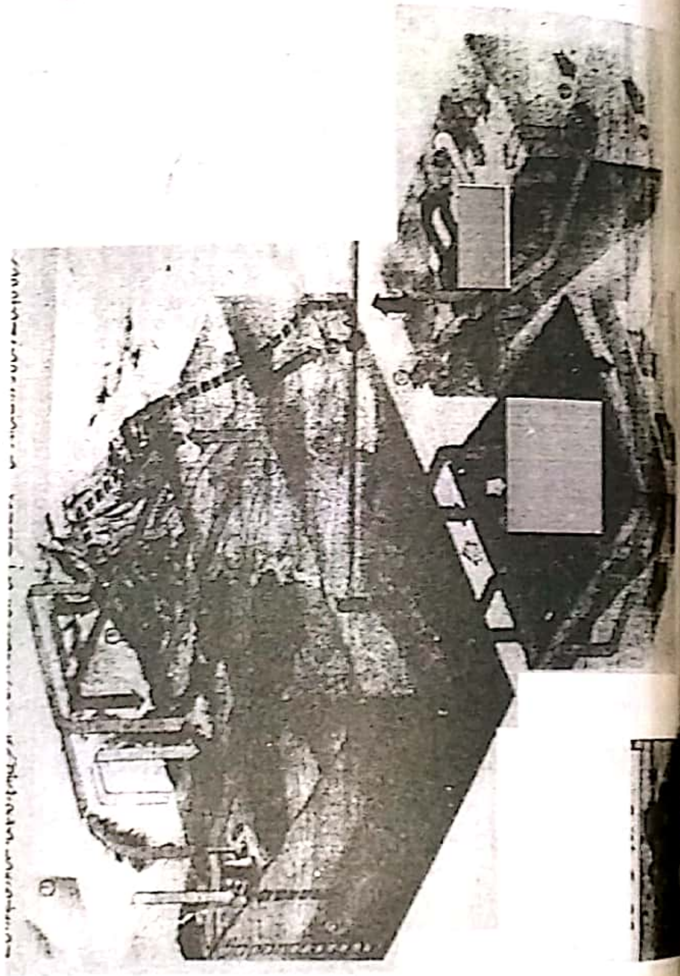

کیمیائی کھادوں اور کرم کش ادویات کے بے دریغ استعمال کی قیمت ہمیں زیر آب
خاتمے کی صورت میں چکانا پڑی۔ اپنی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے جب ہمیں
لئے زیادہ رقبے کی ضرورت پڑی تو اس کیلئے ہم نے جنگلات کا صفایا شروع کر دیا
زمین کا حیاتیاتی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا۔ اس طرح بڑھتی ہوئی سکونتی ضرورتوں
عمارتیں بنانا پڑیں تو ہم نے اینٹوں کے حصول کے لئے زمین کی بالائی اور زرخیز سطح
شروع کر دیا اور کھربوں ٹن مٹی اس ضرورت کی نذر ہو گئی۔

زمین کے حیاتیاتی نظام کو متاثر کرنے والا ایک اور اہم عنصر انڈسٹریلائزیشن ہے جیسے جیسے
بڑھتی گئی اس کی نت نئی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے انڈسٹری کی ضرورت پڑی۔ جس
گزشتہ دو صدیوں میں آبادی ایک بلین سے چھ بلین تک پہنچی ہے اسی رفتار سے ان
کے دوران انڈسٹری میں بھی اضافہ ہوا۔ انڈسٹریل پاور پوری دنیا میں استعمال ہو رہی ہے
کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ خام مال کی طلب میں بھی اضافہ ہوا۔ انڈسٹری کی
کو پورا کرنے کیلئے خام مال کی جو مقدار مطلوب ہے اس کے بارے میں سن کر
چکرا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف جاپان سالانہ سو بلین ٹن کے قریب لوہا اور کوئلہ در آمد
دوسری صنعتی اقوام بھی کم و بیش اسی مقدار میں خام مال استعمال کر رہی ہیں۔ مجموعی کھپت
بات کے شدید خطرات پیدا ہو گئے ہیں کہ مستقبل قریب میں زمین کی گود مختلف وسائل
ہو جائے گی۔ معاملے کی نزاکت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مجموعی طور پر
میں تیل کے جو ذخائر ہیں، ماہرین کے مطابق آئندہ بیس پچیس برسوں میں ان کا خاتمہ ہو
صنعتی نظام نے نہ صرف معدنی وسائل، کوئلہ، تیل اور گیس کو بے دریغ استعمال کیا ہے بلکہ
ماحول کو جو نقصان پہنچایا ہے اس سے زمین کے حیاتیاتی نظام میں بھی خلل پڑا ہے۔ پاور
کی وجہ سے زمین کا مجموعی درجہ حرارت بڑھنا اور تیزابی بارشیں ہونے لگیں۔ بھاری دھات

زنک، کاپر، لیڈ اور زنک نے دریاؤں اور سمندروں میں جا کر زیر آب حیات کو نقصان پہنچایا۔
ساری صورتحال میں انڈسٹری کو جس سوال کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ اسی سطح پر انڈسٹری
برقرار رکھنے کیلئے کس قدر وسائل کی ضرورت ہوگی اور ماحول کی ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں
اس کی کتنی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔
نے مل کر مجموعی طور پر زمین کے لائف سائیکلز کو جو نقصانات پہنچائے ہیں اگر ان کی
مرتب کی جائے تو بہت طویل ہو جائے گی۔ بڑے بڑے نقصانات میں معدنی وسائل
زمین کی زرخیزی میں کمی، جنگلی حیات کا صفایا اور زیر آب حیات کو لاحق شدید خطرات
آلودگی، ناقص غذا اور زمین کی فضا کی تباہی کا پورا سامان موجود ہے۔

بشکریہ روزنامہ وقت سنڈے میگزین

زہد کا آخری درجہ یہ ہے کہ مال آنے پر آدمی
اتنا خوش نہ ہو کہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو جائے
اور مال کے چلے جانے میں اتنا غم نہ ہو کہ یاس
اور ناامیدی لازم آئے

شیخ الحدیث علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ

رشحاتِ فکر

میلان بہ اغیار

مولانا ابو رضوا

مسلم امہ اور خصوصاً پاکستانی دردمندان قوم کیلئے ایک المیہ ہونے کے باوجود لمحہ فکریہ بھی ہے
برصغیر سے انگریزوں کے اخراج کے باوجود تا حال ہم ان کی تہذیب کی طرف مائل اور ان کے
بود و ماند کی تقلید میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ اور ان کی تہذیب و ثقافت کو سر کا تاج سمجھتے ہیں
اور جدید تہذیب و ثقافت کا نام لے کر مغربی تقلید اور اس طرف میلان ہمارے معاشرہ میں
تمام تر قباحتوں کے ساتھ موجود ہے ۔ اغیار کی طرف یہ میلان اپنے نقصان دہ اثرات اور
انجام کے لحاظ سے اسلامی تہذیب اور اسلامی طریقہ حیات کیلئے ناسور سے کم نہیں ۔

روشِ مغربی ہے مدنظر وضع مشرقی کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین؟ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

دنیا کا اسلامی معاشرہ یہود مردود اور دشمنان اسلام کی جھوٹی تہذیب اور غلط نعروں و دعوؤں
فریب خوردہ ہو کر اسلام کی سچی اور پاکیزہ تمدن و تہذیب کو چھوڑ رہا ہے ۔ اغیار کی تقلید میں
ہونے کی وجہ سے جو ایمان سوز مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں ۔ ان کو کوئی مہذب اور شریف
بیان نہیں کر سکتا۔

ظاھری اور باطنی میلان :۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" ترجمہ: تم مت
ہو جاؤ ظالم لوگوں کی طرف، پس پہنچے گی تم کو جہنم کی آگ ۔
دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ "یایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" ترجمہ: اے ایمان

اسلام میں مکمل داخل ہو جاؤ ۔
آیات کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اسلام میں ظاہراً اور باطناً یعنی عملاً و اعتقاداً داخل
ضروری ہے ۔ ان دونوں پروں کے علاوہ اسلام کی طرف پرواز دشوار ہے ۔
ایمان اور اسلام کا تقاضا ہی یہی ہے ۔ کہ مسلمان اغیار کے ظاہر و باطن کی مخالفت کرتے ہوئے
ایمانی اور اسلامی رنگ میں رنگ جائے ۔ ورنہ دونوں میں دو رخی ناقص ایمان اور نامکمل اسلام
ہوگی ۔ کفار سے ظاہری اور اعتقادی مماثلت اسلام اور ایمان دونوں سے متصادم ہے ۔ اگر
کی طرف ظاہری میلان عملاً پایا جائے تو یہ اسلام سے نفرت کی علامت ہے اور اغیار کی طرف
اعتقادی میلان پایا جائے ۔ تو یہ ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے ۔ بنابریں قرآن
میں ہم کو اس میلان و مودت سے مسدود رکھا گیا ہے اور اس پر شدید زجر و تہدید بیان کی گئی

...ت پسندوں کی غلط فھمی :۔

جدت کے حامیوں اور جدید تعلیم سے آراستہ مغربی تہذیب کے شیدائیوں کا تصور اور مقولہ
اغیار کی طرف میلان اور ترک دوستی بد اخلاقی ہے ۔ ان سے ظاہری مشابہت اور عارضی
میں کیا حرج ہے؟ جبکہ آدمی دل سے مومن ہو لہٰذا ظاہری تقلید غیروں کی جائز ہے ۔
ہے کہ اسلاف نے قرآن و حدیث کے نصوص کی روشنی میں اس غلط فہمی کا حل نکال کر امت
کے ہر فرد کو روشن ہدایات دیے ہیں جن پر عمل کرنے سے ایمان و اعمال کی اغیار سے مکمل
حفاظت ہوتی ہے ۔
کرام نے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء ۔۔۔۔۔ الخ والی آیت کی تشریح
کافروں سے تعلقات کے درجات اور احکام بیان فرمائے ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔
موالات ۔ یہ ان تعلقات سے تعبیر ہے جو یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دلی محبت ،

Scanned with CamScanner

مودت، انس اور جگری قربت کی بنا پر ہوں۔ دل و جوارح ہمہ تن ان کی طرف میلان ورغ
ہوں۔ یہ بالاجماع مسلمانوں کے علاوہ کسی غیر سے صرف ناجائز نہیں بلکہ مطلقاً حرام
ظاہری نقل ایسی ہو جو دلی محبت پر بھی دلالت کر رہی ہو۔ وہ بھی حرام ہے۔

(۲) مواسات: یہ ان تعلقات سے تعبیر ہے جو ہمدردی اور خیر خواہی پر مبنی ہوں۔ یہ
دارالحرب کے کافروں کے علاوہ دوسرے کفار سے جائز ہے۔

(۳) مدارات: یہ ان تعلقات سے عبارت ہے جو ظاہری خوش خلقی پر مبنی ہوں
کی دشمنی اور شرور سے مسلمان بچ سکے۔

(٤) معاملات: یہ ان تعلقات سے تعبیر ہے جو کفار کے ساتھ تجارتی لین
اور صنعت و اجرت وغیرہ پر مبنی ہوں۔ یہ تعلق بھی اغیار کے ساتھ جائز ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا۔ کہ دلی تعلق کے علاوہ حسن سلوک ہر انسانیت کے ساتھ کرنا
اصول اخلاق کا جز ہے۔ یہ اخلاقی فریضہ ہر مسلمان کا ایمانی زیور ہے۔ جس کے بغیر وہ
شکل بن جاتا ہے۔ باقی رہ گئی ظاہری وضع قطع میں انکی مشابہت اور نقل تو اس سے اسلام
منع کرتا ہے۔ انجام کے لحاظ سے عقاب و سزا انسانی ہے۔ اس کی وجہ اور اس کی حکمت کیا
ہے؟ اس کے متعلق مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ ''قرآن نے کفار کی موالات
اور قلبی دوستی کو اتنی شدت سے کیوں روکا؟ اس کی خاص وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام کی نظر میں
دنیا کے اندر انسان کا وجود تمام جانوروں یا جنگل کے درختوں اور گھاس پھوس کی طرح
پیدا ہوئے۔ پھولے پھلے پھر مر کر ختم ہو گئے۔ بلکہ انسان کی زندگی ایک مقصدی زندگی ہے
کی زندگی کے تمام ادوار کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا یہاں تک کہ مرنا جینا سب
مقصد یعنی اطاعت خداوندی کے گرد گھومتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس مقصد کا اقرار ان الفاظ

ہے۔ "قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین"
بے شک میری نماز، میری حج، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کیلئے ہے۔
زندگی اللہ تعالی کی اطاعت ہے۔ تو دنیا کے کاروبار، ریاست و سیاست، معاشی
تعلقات سب اطاعت خداوندی کے تابع ٹھہرے۔ اور جو اس مقصد کے مخالف ہے وہ
دشمن ہے۔"

وضاحت سے یہ بات واضح ہوا کہ اغیار کی ظاہری مشابہت وتقلید سے اطاعت خداوندی میں رخنہ
ہوتا ہے۔ جس سے دل میں ایمانی کیفیت متاثر ہوکر بے نتیجہ ہو جاتی ہے۔ نیز مقولہ ہے
"الظاہر دال علی الباطن" کہ ظاہری عمل و حرکات باطن کی کیفیت کو بتانے والی ہے۔ لازمی
جذبہ دل میں ہو گا وہ ابھر کر عمل کی شکل میں جسم کے جوارح سے ظاہر ہو گا۔ جو ہر ذی
انسان سے مخفی نہیں۔ ظاہری میلان وتقلید کے نقصانات اسلام کے رو سے ہم قائل ہیں۔ جن
کی جاتی ہے۔ اغیار سے میلان کی سب سے واضح علامت تشبہ بالاغیار ہے۔ جس کے
الفاظ اس حدیث میں مذکور ہیں "عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى
الله علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم"
روایت کرتے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے کسی قوم کے ساتھ (صورتاً) بھی
اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہو گا۔

سے تشبہ کا عام و تام قانون ہے۔ نیز حدیث ثابت کرتی ہے کہ ظاہری تشبہ جس
کیا جائے یعنی ابرار و اخیار کے ساتھ خیر میں ہو، یا اشرار و فجار کے ساتھ شر میں ہو
ہو یا تہذیب و تمدن میں ہو، انجام کار کے لحاظ سے حقیقتاً یا دنیا اس قوم کے وجود میں
ہوتا ہے۔

نے روشن کر دیا کہ حسی طور پر بھی اور شرعی طور پر بھی تمام حیات اور شرائع کی بقا کا تشبہ

بالغیر ایک مئوثر طریقہ ہے لہذا ہر ہستی اپنی خودی اور شرعی فطرت کو باقی رکھنے کے لئے
اغیار اور تشبہ بالغیر کے ترک کرنے کے اصول کا سو فیصد محتاج ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام اس
تنقیح میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جن سانپ کی صورت میں آجائے تو اس کو قتل کرنے میں
باک نہیں کرنا چاہیے۔

﴿من قُتل دون نمائیته هدرٌ﴾ یعنی کوئی شخص اپنی ہئیت کے سوا کسی دوسری ہئیت میں آ
دیا گیا تو اس کا خون ضائع ہے۔ تشبہ بالغیر سے آدمی سیرۃً، صورۃً اور حکماً بدل جاتا ہے۔

جاری ہے۔

﴿میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں تو تمام دنیا سدھر سکتی ہے اور بغیر کسی
ظاہری تبلیغ کے بھی بہت کچھ سدھر سکتی ہے، ہمارے اسلاف نے
الفاظ سے زیادہ کردار سے اسلام کی تبلیغ کی ہے﴾
(مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی رحلت

مفتی ذاکر حسن نعمانی

علمی اور فقہی دنیا کا عظیم سانحہ:

ب وعجم ایک عظیم دینی، علمی اور فقہی شخصیت سے محروم ہوگئے۔ اسلامی فقہ کے ماہر، آل ڈیا مسلم بورڈ کے صدر، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سیکرٹری جنرل وفاق المدارس الاسلامیہ ڈیا کے چیئرمین امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے صدر بین الاقوامی فقہی اکیڈمی کے ممبر اور دارالعلوم یوبند کے عظیم سپوت حیات مستعار کی ٦٦ بہاریں دیکھ کر پوری مسلم دنیا کو علمی اور فقہی خدمات سے سیراب کرتے ہوئے ۴ اپریل ۲۰۰۲ کو دہلی کے ایک ہسپتال میں خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کے جانے سے اہل علم اور خاص کر وہ علماء کرام جو جدید مسائل کو دن رات حل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں یتیم ہوگئے۔ آپ اسلامی فقہ کے ماہر مفتی اور بہترین قاضی تھے۔ آپ اور آپ کے رفقاء جدید مسائل کی حقیقت کو جان کر ان کا قرآن وحدیث اور قدیم وجدید فقہی ذخیرہ سے اس کا صحیح حل تلاش کرتے۔ کافی بحث اور تمحیص کے بعد ایک متفقہ فیصلہ پیش کرتے۔ جس کی وجہ سے موجودہ دور کے جدید اور مشکل ترین مسائل کا حل سامنے آگیا ہے۔ جدید فقہی مباحث کے نام سے آپ کے ان وقیع علمی وفقہی خدمات کی کئی جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ممتاز فقہاء اس کتاب سے استفادہ کررہے ہیں۔ اس راہ کے نو واردوں کے کیلئے ایک بہترین شاہراہ کھول دی ہے۔ ان کی ذات کے گرد بہترین علماء وفقہاء کا ایک مجمع تھا۔ جو مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد زیر تحقیق موضوع مناقشات اور کافی بحث وتمحیص کے

مراحل سے گزرتا۔ جس کی وجہ سے سب حضرات ایک متفقہ حکم اور فیصلہ تک پہنچ
۔یا پھر کاروائی اگلے اجلاس تک ملتوی کردی جاتی ۔موصوف کی بعض انفرادی تحقیقات
جن کے ساتھ اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔آپ کو فقہ وافتاء میں انتہائی مہارت حاصل
۔ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملک میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد رہتی ہے جن کے
کو شریعت کی روشنی میں حل کرنا آسان بات نہیں ۔مرحوم ومغفور نے ان مسلمانوں کے
مسائل حل کیئے ہیں ۔ جامعہ فاروقیہ کراچی کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ
صاحب نے ان کو فقہ کا کورس پڑھانے کی دعوت دی تھی ۔احقر کا اس میں استفادہ کی خاطر
کا مصمم ارادہ تھا۔لیکن موصوف اپنی مصروفیات اور خاص کر لاحق تکلیف دہ امراض کی وجہ
پاکستان نہ آسکے۔جس کی وجہ سے میری آرزو پوری نہ ہوسکی۔ان کی قائم کردہ مجمع الفقہی الا
کی طرف سے بعض موضوعات پر احقر کو بھی تحقیقی مقالات لکھنے کیلئے ایک خط موصول ہوا تھا
کی وجہ سے بندہ نے دو مقالے بھیجے تھے۔ بہر حال اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے
۔آپ کی باقیات صالحات آپ کے قائم کردہ اوارے اور قیمتی تصنیفات ہیں جن سے
استفادہ جاری رہے گا۔اللہ تعالی مرحوم کو اعلی درجات اور اپنا قرب نصیب فرمائے۔جامعہ
اور ادارہ العصر آپ کی جدائی کے غم میں برابر کے شریک ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالی عالم اسلام
اور علمی دنیا کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے ایسے حضرات کی کمی اور رخصتی عالم اسلام کا بڑا
بڑا خسارہ ہے۔

اخبار الجامعہ

مولانا تحمید اللہ جان

جس طرح کسی کی جسمانی پرورش کیلئے ماں کی گود ذہنی اور اخلاقی پرورش کیلئے اسکی شفقت والفت ضروری ہوتی ہے۔اسی طرح طلبہ کی علمی اور اخلاقی تربیت کیلئے کسی جامعہ کی طرف سے سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ شفیق اساتذہ کی نگرانی میں ایسا ماحول مرتب کرنا از حد ضروری ہے جس میں رہتے ہوئے علمی انہماک کے ساتھ ساتھ اخلاق کی درستگی کی طرف بھی انکی بھرپور توجہ ہو۔
سب سے پہلے ان کو قیمتی وقت کا احساس دلا کر مطالعہ میں مصروف رکھنا بنیادی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ طالب علمی کے زمانے میں اگر ذاتی کوشش کی طرف انکی توجہ مبذول نہیں کرائی گئی تو بعد میں علمی رسوخ پیدا ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا اس لئے طلبہ کی توجہ کتب کے مطالعہ کی طرف دلانا انتہائی اہم ہے۔اور یہ سبق اکابرین کے حالات پر نظر ڈالنے سے حاصل ہوتا ہے۔اس سلسلے میں مطالعہ کے متعلق انکے طریقہ کار کی جھلک پیش کرنا بھی زیادہ مناسب ہے۔

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کے فرمودات:۔

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ اپنے تجربہ کی بنا پر طلبہ کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے۔کہ تم تین باتوں کا التزام کرلو پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمہیں استعداد علمی حاصل ہوجائیگی۔
(ا) اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو اسکا مطالعہ ضرور کرلیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات جدا ہوجائیں بس اس سے زیادہ کوشش نہ

Scanned with CamScanner

کریں۔

(۲) دوم یہ کہ سبق استاذ سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لیں بغیر سمجھے آگے نہ چلیں اگر اسوقت
طبیعت حاضر نہ ہوتو پھر کسی دوسرے وقت سمجھ لیں۔

سوم یہ کہ اس کے بعد خود بھی ایک بار مطلب کی تقریر کریں۔

(۳) پس ان تینوں التزامات سے استعداد ضرور پیدا ہو جائیگی یہ تین باتیں تو درجہ وجوب میں
۔اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے۔وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دہرایا کریں (اشرف
السوانح ج۱/۸۴)

حضرت گنگوہی کا طریقہ کار:۔

ابوحنیفہ زمان امام وقت حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی کے متعلق تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے۔کہ
اس قدر محنتی تھے۔کہ شب وروز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹے بمشکل سونے کو
اور دیگر ضروریات شرعیہ وطبعیہ میں خرچ کرتے ہونگے اور اس کے علاوہ سارا وقت انکی
میں گزارتے کہ کتاب نظر کے سامنے اور خیال مضمون کی تہہ میں ڈوبا جاتا ہے۔مطالعہ میں آپ
اس درجہ محو ہوتے تھے۔کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر نہ ہوتی بارہا
اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ رات کا کھانا نہیں کھایا
(آپ بیتی ج۱/۱۹

حضرت علامہ مولانا یحییٰ کا علمی انہماک:۔

حضرت علامہ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ تلمیذ خاص گنگوہی کے متعلق ان کے صاحبزادہ شیخ الحدیث حضرت
مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں۔میرے والد صاحب کے طالب علمی کے زمانہ میں ڈاکٹروں
یہ کہہ دیا تھا کہ انکی آنکھوں میں نزول آب شروع ہو گیا ہے۔کتب بینی ہرگز نہ کیا کریں
فرمایا کرتے تھے میں یہ خبر سن کر کتب بینی میں اتنی محنت اس خیال سے کرتا کہ پھر تو یہ آنکھیں

رہیں گی جو کرنا ہے ابھی کرلیں۔

چنانچہ طلبہ کی علمی واخلاقی ترقی کے پیش نظر جامعہ میں ایک ایسا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔جسمیں
طلبہ کو حتی الوسع ضروریات زندگی کی سہولیات کی فراہمی کے ساتھ علمی واخلاقی ماحول میسر ہونے
کا اہتمام کیا گیا ہے جسکا مختصر نقشہ پیش خدمت ہے۔

جامعہ کے تعلیمی نظام اور طلبہ کے شب وروز:۔

(اثر) مرکزی جامعہ کے علاوہ اسکی دو شاخیں اور ہیں۔ایک شاخ چراٹ روڈ پبی میں اور دوسری شاخ
(شعبہ بنات) جامعہ کے قریب ہے۔مرکزی جامعہ پشاور میں کل دس درجات ہیں درجہ اول
درجہ ثانیہ، درجہ ثالثہ، درجہ رابعہ، درجہ خامسہ، درجہ سادسہ، درجہ تکمیل فنون، درجہ سابعہ، دورہ حدیث
اور درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء - اسی طرح چراٹ روڈ پبی شاخ میں شعبہ حفظ کی
دو کلاسوں کے علاوہ چار درجات ہیں درجہ اعدادیہ، درجہ متوسطہ، درجہ اولیٰ، درجہ ثانیہ۔
شعبہ بنات میں تین درجات ہیں۔ثانویہ عامہ سال اول، ثانویہ عامہ سال دوم اور ثانویہ
خاصہ - جامعہ اور دونوں شاخوں میں کلاسوں کی حاضری گھنٹوں کی تعداد اور ٹائم ایک
جیسا مقرر ہے۔

فجر کی نماز کے بعد حفاظ طلبہ روزانہ ایک پارہ دور (منزل سنانا) کرتے ہیں۔جس کیلئے دو دو طلبہ کی
جماعتیں بنائی گئی ہیں مسجد کے ہال میں متعین نشستوں پر ۴۰ منٹ تک بیٹھنا ضروری ہوتا ہے
ناشتہ کے بعد کلاسیں لگتی ہیں۔آج کل حاضری پونے آٹھ بجے ہے۔درمیان میں ۲۰ منٹ کا وقفہ
ہوتا ہے۔

دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد موسم کے مطابق آرام کیلئے وقت دیا جاتا ہے۔ظہر کی نماز کے بعد
طلبہ تکرار کرتے ہیں۔جس کے لئے چار چار اور تین تین طلبہ پر مشتمل جماعتیں بنائی گئی ہیں۔
ہر جماعت کا متعین نشست پر بیٹھنا لازمی ہوتا ہے عصر کی نماز کے بعد مغرب کی آذان تک طلبہ

فارغ ہوتے ہیں۔ جسمیں کھیل اور تفریح کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد عشاء کی اذان ... طلبہ صبح کیلئے مطالعہ کرتے ہیں۔ درمیان میں کھانا اور نماز کے بعد ساڑے دس بجے تک ... لکھائی میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آرام کرتے ہیں۔

شعبہ بنات میں طالبات روزانہ اپنے اپنے سرپرست حضرات کے ساتھ حاضری کے ... جاتی ہیں۔ جامعہ کے اساتذہ اور دو معلّمات ان کو پڑھاتی ہیں۔ کلاسوں کے اختتام ... کے بعد موسم کے مطابق آرام کرتی ہیں۔ نماز کے بعد تکرار کیلئے متعین جگہوں پر بیٹھ ... ۔ تکرار کیلئے انکی بھی چار چار طالبات پر مشتمل جماعتیں بنائی گئی ہیں انکی نگرانی دو معلّمات کر ... ۔ عصر کے وقت چھٹی ہوتی ہے۔ مطالعہ اور گھر کا کام گھروں میں جا کر کرتی ہیں۔ جامعہ کی ... سے طالبات کیلئے رخصتی کارڈ بنایا گیا ہے۔ جس پر طالبہ کا نام والد کا نام مکمل پتہ اور ہدایات ... ہیں۔ اس کارڈ کے بغیر طالبہ کو جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ کارڈ طالبہ کے سرپرست (باپ ... کے پاس ہوتا ہے۔ چھٹی کے وقت سرپرست خادمہ کے ہاتھ کارڈ بھیجتا ہے۔ کارڈ کے ... طالبہ گیٹ سے باہر آکر سرپرست کے ساتھ جاتی ہے۔

مؤدبانہ گزارش

ماہنامہ العصر کی اشاعت تجارتی مفاد سے ہٹ کر دینی و علمی مقاصد پر مبنی ہے اس کار خیر میں خریدار حضرات اہم تعاون کے حامل ہیں۔ خریداری ممبران سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ادارہ سے مالی بوجھ اٹھانے کی خاطر زر سالانہ مدت خریداری ختم ہونے سے قبل ارسال کرکے مزید حوصلہ افزائی فرمائیں۔

شکریہ **ادارہ**